اکٹوپس

ایم اے راحت

اکٹوپس

ایم اے راحت

غزالی باہر کی بتی رات بھر جلائے رکھتا تھا، لیکن گزشتہ روز سے باہر کا بلب ٹوٹا ہوا تھا۔ شاید کسی بچے نے پتھر مار کر توڑ دیا تھا یا کسی کی بال لگ گئی تھی۔ غزالی کو نیا بلب لگانے کا خیال نہیں آیا تھا، لیکن اس نے تعجب سے دیکھا کہ کھمبے کا بلب بھی نہیں جل رہا تھا۔ دونوں بلبوں کا ایک ساتھ ٹوٹنا اتفاقیہ نہیں ہو سکتا تھا اور اس تاریکی میں کوئی شخص باغیچہ کھود رہا تھا۔ غزالی نے باغیچے کے داہنے کونے میں دو سائے دیکھے۔ دونوں نہایت احتیاط کے ساتھ مٹی کھود رہے تھے......!

آپ کے پسندیدہ قلمکار کے قلم سے اس شمارے کی پرتجسس و طویل کہانی

غزالی تبادلہ ہو کر یہاں آیا تھا۔

ابتداء میں اس نے سوچا تھا کہ اجنبی جگہ آسانی سے دل نہیں لگتا لیکن یہاں کا ماحول بالکل ہی مختلف تھا۔ ڈائریکٹر جنرل شوکت حسین سے لے کر باقی اسٹاف سارے کا سارا بڑے دوست قسم کا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں غزالی کا دل یہاں لگ گیا۔ سب کے سب بے تکلفی سے ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔ ویسے بھی غزالی کا دل ٹوٹا ہوا تھا۔ اس کی بیوی حنا دو سال قبل ایک حادثے میں ہلاک ہوگئی تھی۔ وہ خوبصورت، خوش اخلاق اور خوش گفتار تھی اور غزالی اسے آج تک نہیں بھول سکا تھا۔ وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ دنیا کی کوئی عورت حنا کی جگہ نہیں لے سکتی۔ اس کے بیشتر دوستوں اور عزیزوں نے اسے دوسری شادی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ہنس کر انہیں ٹال دیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ''حنا کے بعد زندگی۔ زندگی رہی ہی کہاں ہے۔ بس گزارے والی بات ہے۔ ہاں اگر کبھی دل نے قبول کرلیا تو دیکھوں گا اور سوچوں گا۔'' وہ ہمیشہ اس موضوع کو ٹال دیا کرتا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ ایک دراز قامت اور خوبرو نوجوان تھا۔ اس کا جسم قدرے بھاری لیکن متناسب تھا۔ اس کے سرخ و سفید رنگ کے سامنے اچھے اچھوں کا رنگ ماند پڑ جاتا تھا۔

بہرحال! یہ ساری باتیں تھیں، لیکن غزالی اس بات پر کبھی آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ پھر اس دن وہ حیران رہ گیا جب چیف سیکیورٹی آفیسر حمایت بیگ اور شوکت حسین نے اسے ایک عجیب و غریب مشورہ دیا۔

''یار غزالی تم شادی کرلو۔''

''واہ! گویا آپ لوگوں سے میری دوستی پکی ہوگئی۔'' غزالی نے ہنس کر کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ کہ جب کوئی میرا گہرا دوست بن جاتا ہے تو سب سے پہلا مشورہ وہ یہی دیتا ہے کہ میں شادی کرلوں۔''

''بھئی جو کچھ تمہارے بارے میں معلوم ہوا ہے اور جس طرح کے تم انسان ہو، اس کے تحت یہ ضروری ہے کہ ہم لوگ تمہاری شادی کرادیں۔''

''حضور من...... یہ کام میں جب چاہتا کرسکتا تھا اور میرے جتنے گہرے دوست تھے انہوں نے مجھے اس کام کے لیے آمادہ کیا تھا لیکن بس آپ سمجھ لیجئے کہ میں نے یہ سب کچھ نہیں کیا۔''

''آخر کیوں......؟''

''اس لیے کہ میں راتوں کو اپنے خوابوں میں اپنی بیوی کو دیکھتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ آج تک وہ مجھے اپنی امانت تصور کرتی ہے۔''

''ایک بار تم اس سے مل تو لو...... پھر ہم تمہیں بتائیں گے کہ آگے تمہیں کیا کرنا ہے۔''

''کوئی خاص بات ہے ان خاتون میں جن کے لیے آپ نے اس احقر کا انتخاب کیا ہے۔''

''اس کے بارے میں تمہیں تھوڑی سی تفصیل بتادوں میں۔'' شوکت حسین نے بڑے دوستانہ انداز میں کہا۔

''جی...... جی ارشاد......''

''بیوہ ہے وہ...... عمر اٹھائیس سال کے قریب ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ دو بچے ہیں، ایک لڑکی اور ایک لڑکا جن کی عمریں پانچ اور تین سال کے قریب ہیں۔ نام صوفیہ علی ہے۔ رنگ ذرا سانولا ہے لیکن شکل و صورت مناسب اور پرکشش ہے۔''

''سبحان اللہ...... سبحان اللہ...... بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے آپ نے جناب۔ معذرت چاہتا ہوں۔ آپ مجھے یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ مجھے اس سے منسوب کیوں کیا جارہا ہے اور میرا

کراچی تبادلہ کیا اسی لیے کیا گیا ہے کہ میں دو بچوں کی بیوہ ماں سے شادی کرلوں۔''

''سنو میری بات سنو۔ وہ ملازمت کرتی ہے اور اس کی تنخواہ بھی نہایت معقول ہے۔''

''محترم...... میرے اخراجات بخوبی پورے ہوجاتے ہیں۔ ایک تنہا آدمی کو جو کچھ زندگی میں درکار ہے وہ مجھے مل جاتا ہے۔ ویسے بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی۔ یہ اچانک ہی ہمارا شاندار آفس دفتر شادی میں کیسے تبدیل ہوگیا۔''

''یار تم کچھ زیادہ نخرے نہیں کررہے۔ اوہو دیکھو شاید وہ آگئی۔''

ڈائریکٹر جنرل نے چپڑاسی کو دور سے کسی عورت کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا۔ شیشے کے دروازے سے وہ دونوں صاف نظر آرہے تھے۔ چپڑاسی اس کی راہنمائی کررہا تھا۔ اسی وقت ٹیلیفون آپریٹر نے ڈائریکٹر جنرل شوکت حسین کو صوفیہ علی کے آنے کی اطلاع دی۔ غزالی بھی دور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ کچھ ہی لمحوں کے بعد سانولے رنگ کی ایک دبلی پتلی خاتون بڑے پروقار انداز میں اندر داخل ہوئی۔ اندر آکر اس نے ایک مشترکہ سلام کیا اور ڈائریکٹر جنرل نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''تشریف لایئے......''

وہ ڈائریکٹر جنرل کے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی سی نروس محسوس ہورہی تھی۔ کرسی پر بیٹھ کر اس نے پرس کھول کر ایک ٹشو پیپر نکالا اور اپنی پیشانی کو خشک کرنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

''میرا خیال ہے مجھے کچھ دیر ہوگئی ہے۔''

''کوئی بات نہیں۔ آپ تشریف رکھیے، یہ حمایت بیگ ہیں ہمارے چیف سیکورٹی آفیسر اور یہ غزالی ہیں۔''

''اوہو...... اچھا......'' صوفیہ علی نے خاص نگاہوں سے غزالی کو دیکھا اور بولی۔

''تو آپ ہیں غزالی صاحب...... بہت خوب، بڑی اچھی شخصیت ہے آپ کی۔ معاف کیجئے گا میں ذرا زبان کی کچی ہوں۔ جو کچھ میرے دل میں آتا ہے ایک دم بول دیتی ہوں آپ مائنڈ نہیں کریں پلیز۔''

''شاید...... آپ کا شکریہ کہ آپ نے میرے بارے میں اس انداز سے سوچا۔'' غزالی نے گہری نگاہوں سے صوفیہ علی کا جائزہ لیا۔ صوفیہ کا سانولا رنگ کچھ زیادہ ہی سانولا معلوم ہورہا تھا۔ وہ چھوٹے قد کی دبلی پتلی اور بے تاثر سی عورت تھی۔ اس نے اپنا اور اس کا یقین کیا اور اسی ایک عجیب سے احساس کا شکار ہونا پڑا۔

اسی وقت شوکت حسین کی آواز ابھری۔

''غزالی صوفیہ علی ہمارے محکمے کی پبلک ریلشنز آفیسر ہے، بہت سی خوبیوں کی مالک ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک بیرونی خاتون ہونے کے باوجود یہ ایک گھر چلانا اچھی طرح جانتی ہیں۔''

غزالی کو تھوڑا سا غصہ آنے لگا، عجیب سی بات ہے یہ لوگ آخر چاہتے کیا ہیں۔ وہ عورت اگر اس حیثیت کی مالک ہے اور اس کے عہدے میں سینئر ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ لوگ اسے اس کے اوپر مسلط کردیں۔ وہ عجیب سی کیفیت محسوس کرنے لگا۔

''غزالی صاحب کچھ پریشان نظر آتے ہیں۔'' صوفیہ علی نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ نے انہیں پوری بات نہیں بتائی۔''

''شوکت حسین مذاق کے موڈ میں نظر آتا تھا۔ اس نے کہا۔

''غزالی صاحب، صوفیہ علی آج سے آپ کی شریک زندگی ہے۔ محکمے نے آپ کے لیے ایک بنگلہ دیکھ لیا ہے، چند دنوں کے اندر آپ کو فرنیچر وغیرہ بھی مہیا کردیا جائے گا۔''

غزالی اٹھتے ہوئے بولا۔
''سر میں ذرا منہ دھو کر آتا ہوں۔''
''کیا؟'' شوکت حسین نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔
''میرا خیال ہے کہ میرے چہرے پر سفر کی کچھ زیادہ ہی گرد جم گئی ہے۔'' غزالی نے کہا۔
صوفیہ علی اس کے طنز کو محسوس کرتی ہوئی بولی۔
''اف تو بچ شوکت صاحب۔''
''بیٹھیں غزالی۔'' شوکت حسین نے کہا۔
''آپ منہ دھوئے بغیر بھی خاصے پرکشش نظر آتے ہیں۔''
چیف سیکورٹی حمایت بیگ نے کہا۔
''ہم آپ کے سپرد ایک کام کرنا چاہتے ہیں۔ اس کام میں صوفیہ علی ہی آپ کا ساتھ دیں گی۔ آپ کو یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ کچھ عرصہ قبل ایک سرکاری انڈسٹری میں تقریباً ایک کروڑ روپے کا غبن ہوا تھا۔ اس میں انڈسٹری کا جنرل منیجر، اکاؤنٹنٹ، اور دو نچلے درجے کے ملازمین شامل تھے۔ جنرل منیجر اور نچلے درجے کے دونوں ملازمین کو فوراً گرفتار کرلیا گیا تھا لیکن اکاؤنٹنٹ جس کا نام جاوید خان تھا، روپوش ہوگیا تھا۔ روپوشی کے وقت اس کے پاس بیس لاکھ روپے نقد اور بیس لاکھ روپے کے بیئرر بانڈز تھے۔ حفاظتی قانونی ادارے اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ابھی تک اس کا سراغ نہیں لگا سکے۔''
''وہ یقیناً ملک سے باہر چلا گیا ہوگا۔'' غزالی نے خیال ظاہر کیا۔
''نہیں...... وہ ملک سے باہر نہیں گیا۔ حکومت نے اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کے ساتھ ہی تمام متعلقہ محکموں کو اس کے بارے میں خبردار کر دیا تھا۔ نیز اس کے گھر پر چھاپا مار کر اس کا پاسپورٹ اور دیگر کاغذات اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ جاوید خان کا اپنی بیوی نسرین سے رابطہ قائم ہے۔ ہم کئی ماہ تک اس کے گھر کی نگرانی کرواتے رہے ہیں۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ دونوں بہت ہی محتاط ہیں۔''
''اب ہم نے ایک نئی ترکیب سوچی ہے۔'' شوکت حسین نے کہا۔
''جاوید خان کی بیوی نسرین، آزاد خیال اور فیشن پرست عورت ہے۔ اس کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ پرکشش اور دولت مند مردوں سے بہت جلد مراسم پیدا کر لیتی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے آپ کا انتخاب کیا ہے۔''
''کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس سے...... دوستی بڑھانے کی کوشش کروں؟'' غزالی نے پوچھا۔
''نو ڈائریکٹ اپروچ......'' شوکت حسین نے کہا۔
''ہم تھوڑی سی ڈرامائی صورت حال پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے نسرین جاوید کے ساتھ والے بنگلے کے مالک سے بات کر لی ہے۔ اس کا بنگلہ آپ کو کرائے پر مل جائے گا۔ آپ دونوں یعنی آپ اور صوفیہ علی، میاں بیوی کی حیثیت سے بنگلے کے مالک سے ملیں گے، کرایہ طے کریں گے، بنگلہ دیکھیں گے، پھر وہاں سامان لے کر جائیں گے اور عام شہری کی حیثیت سے وہاں رہنا شروع کر دیں گے۔''
غزالی نے کن انکھیوں سے صوفیہ علی کی طرف دیکھا۔
''عام شہری کی حیثیت سے......''
''اب آپ دونوں اپنی مالی اور ازدواجی حیثیت کی تفصیل سن لیں۔ صوفیہ علی ایک دولت مند بیوہ ہے۔ آپ نے دولت کی خاطر ایک سال قبل ان سے شادی کی ہے۔ آپ ایک سہل پسند قسم کے صحافی اور رائٹر ہیں۔ کچھ غیرت مند بھی ہیں، اس لیے بیوی کے کاروبار میں کسی بھی حیثیت سے کام کرنا پسند نہیں کرتے اور اسی لیے

آپ زیادہ وقت گھر میں گزارتے ہیں اور بچوں کی دیکھ بھال بھی آپ ہی کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں آپ نسرین جاوید کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کریں گے اور موقع ملتے ہی نسرین کے سامنے اپنی بیوی کی برائیاں کریں گے تاکہ اس کی زیادہ سے زیادہ ہمدردیاں حاصل کر سکیں۔ کبھی کبھار دونوں لڑائیاں بھی کریں گے۔ اس کے لیے رات کا وقت مناسب رہے گا۔
آپ کے پاس دو کاریں ہوں گی۔ ایک کار صوفیہ کے تصرف میں ہوگی اور ایک آپ کے استعمال میں ہوگی۔ چند ہفتوں کے بعد صوفیہ کا ایکسیڈنٹ ہو جائے گا اور یہ ہلاک ہو جائے گی۔ ہم نے ایک ایکسیڈنٹ شدہ گاڑی کا پہلے ہی انتظام کر رکھا ہے۔ یہ اسی میک ماڈل اور کلر کی گاڑی ہے جیسی صوفیہ کے پاس ہے۔ ان کی تجہیز وتکفین ملتان میں ہوگی، جہاں ان کے والدین رہتے ہیں اور ان کے بچے نانی لے جائیں گی۔ یعنی یہ اپنے بچوں سمیت واپس لاہور چلی جائیں گی اور آپ سوگ منانے کے لیے تنہا رہ جائیں گے۔''
''اس کے بعد......'' غزالی نے پوچھا۔
''اس کے بعد آپ اور نسرین کے درمیان کوئی دیوار نہیں رہے گی......'' صوفیہ علی نے ہنس کر کہا۔
''جی ہاں......'' حمایت اللہ نے کہا۔
''آپ نسرین سے اپنے مراسم میں اضافہ کریں گے۔ اس کی ہمدردیاں حاصل کریں گے۔ اسے اپنے اعتماد میں لیں گے اور جاوید خان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔''
''ٹھیک ہے سر......'' غزالی نے کہا۔ ''میں کوشش کروں گا۔ نسرین کے گھر میں کتنے افراد ہیں؟''
''تین...... ایک نسرین کی بوڑھی ماں اور ایک بھائی۔ اس کے والد فوت ہو چکے ہیں۔ بھائی کا نام کاشف ہے کسی فیکٹری میں فٹر ہے۔ آوارہ مزاج اور خودسر ہے۔ گھر میں اس کی کوئی عزت نہیں ہے۔ اگر آپ اس کے ہاتھ پر سو پچاس روپے رکھ دیں گے تو آپ کو دیکھ کر دم ہلانا شروع کر دے گا۔
اور آخری بات یہ ہے کہ اگر آپ جاوید خان کا کھوج لگانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ کو معقول انعام اور ترقی بھی ملے گی۔''
''تحفے تحائف اور دیگر اخراجات کون برداشت کرے گا۔''
''تحفے تحائف؟''
''ایک آزاد خیال اور فیشن پرست عورت کو اعتماد میں لینے کے لیے تحفے تحائف تو دینے ہی پڑیں گے۔''
''یہ تمام اخراجات محکمہ برداشت کرے گا۔'' شوکت حسین نے کہا۔
''یہ ایک کروڑ روپے کا غبن ہے اس کا سراغ لگانے کے لیے رقم تو خرچ کرنا ہی پڑے گی۔''

☆......☆......☆

نسرین جاوید پلاسٹک کا پائپ ہاتھ میں پکڑے باغیچے میں کھڑی پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ وہ تیس بتیس سال کی ایک پرکشش اور حسین خاتون تھی۔ اپنے تیکھے نقوش اور متناسب جسم کی وجہ سے وہ اپنی عمر سے چھ سات سال چھوٹی لگتی تھی۔
اس وقت صبح کے دس بجے تھے۔ نسرین کی ماں حسن آرا برآمدے میں بیٹھی اخبار دیکھ رہی تھی۔ اسی لمحے سامان سے بھرا ہوا ایک ٹرک اور دو کاریں ساتھ والے بنگلے کے سامنے رکتی دکھائی دیں۔ نسرین نے پائپ ہاتھ سے رکھ دیا اور برآمدے میں جا کر باہر دیکھنے لگی۔ برامدہ چونکہ

لان سے دو فٹ اونچا تھا۔ اس لیے وہاں سے باہر کا منظر بہتر طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔

"کون ہے؟" حسن آرا اپنا چشمہ درست کرتے ہوئے بولی۔

"ناصری صاحب کے بنگلے میں نئے کرائے دار آئے ہیں۔"

نسرین پنجوں کے بل کھڑی ہو کر باہر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ارے...... یہ تو وہی کالی کوئل ہے جو چند روز پہلے بنگلہ دیکھنے آئی تھی۔ ایمان سے بعض مردوں کی عقل پر حیرت ہوتی ہے۔ کیسی کیسی چڑیلوں کو پسند کر لیتے ہیں۔"

حسن آرا نے اخبار ہاتھ سے رکھ دیا اور اٹھ کر باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"آپ کو کیا خاک نظر آئے گا۔" نسرین نے کہا۔ "چشمہ تو آپ نے قریب والا لگا رکھا ہے۔"

"میں بھی عجیب ہوں۔" حسن آرا نے قریب والا چشمہ اتار دیا اور دور والا چشمہ لگا لیا۔

ٹرک کے ساتھ آنے والے مزدوروں نے سامان اتارنا شروع کر دیا تھا۔

"شوہر کو دیکھا آپ نے؟" نسرین نے ماں سے کہا۔

"وہ دیکھیں نیلی لانسر کار کے پاس کھڑا ہے۔"

حسن آرا اشارے کی سمت دیکھتے ہوئے بولی۔

"تم سچ کہتی ہو، کیسا بانکا، سجیلا اور گورا چٹا جوان ہے۔"

"اور وہ دیکھیں، اس کالی کوئل کو۔ سلیٹی رنگ کی مزدا کے پاس بچوں کا ہاتھ پکڑے کھڑی ہے۔"

"آئے ...... ہائے ......" حسن آرا نے حیرانی سے کہا۔ "یہ ہے اس کی بیوی! یہ تو اس کی نوکرانی لگتی ہے۔"

"ہونہہ...... لیلیٰ بھی کالی تھی۔" نسرین نے برا سا منہ بنایا۔

"مردوں کو مجنوں بنتے دیر نہیں لگتی۔ ویسے کھاتے پیتے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں کے پاس اپنی اپنی کار ہے، سامان بھی قیمتی ہے، اتنا دولت مند شخص تو کسی پری سے شادی کر سکتا تھا۔ مجھے تو بے چارے پر ترس آ رہا ہے۔"

عین اسی وقت اس بانکے سجیلے جوان نے نظر اٹھا کر نسرین کی طرف دیکھا۔ نسرین کو یوں محسوس ہوا جیسے اس پر نظر پڑتے ہی مرد کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی ہو۔ وہ جلدی سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اس نے سوچا بے چارہ کیسی حسرت سے میری طرف دیکھ رہا ہے۔ سوچ رہا ہوگا کہ کاش اس کی بیوی بھی میری طرح خوبصورت ہوتی۔ یہ تو لازمی بات ہے۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں کیسی چمکنے لگی تھیں۔ وہ دھیرے سے مسکرائی اور اب تو انشاء اللہ روز ہی آمنا سامنا ہوگا۔

"میں ساری بات سمجھ گئی ہوں۔" حسن آرا نے کہا۔ "یہ ساری دولت اس عورت کی ہوگی۔ اللہ کرے اچھے لوگ ہوں۔"

"مرد تو اچھا ہی لگتا ہے۔ عورت تک چڑھی معلوم ہوتی ہے۔"

کچھ دیر بعد ٹرک واپس چلا گیا اور نسرین دوبارہ باغیچے میں جا کر پودوں کو پانی دینے لگی۔

دوپہر کے وقت نسرین اطلاعی گھنٹی کی آواز سن کر گیٹ پر گئی تو دیکھا کہ باہر ان کا نیا پڑوسی کھڑا ہے۔

"معاف کیجئے، میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" اس نے شائستگی سے کہا۔

"ہم آج ہی آپ کے ساتھ والے بنگلے میں آئے ہیں۔ میرا نام غزالی ہے، مجھے اسپرین

کی دو گولیوں کی ضرورت تھی۔ میری بیوی کے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ بے چاری صبح سے کام میں لگی ہوئی تھی۔ آپ تو جانتی ہی ہوں گی کہ سامان کی سیٹنگ میں کتنی محنت کرنا پڑتی ہے۔"

"میں دیکھتی ہوں......" نسرین نے کہا۔ "آپ اندر آ جائیں۔"

غزالی برآمدے میں پہنچ کر رک گیا۔ نسرین اندر چلی گئی۔ چند لمحوں کے بعد وہ اسپرین کا پورا پتا لیتے ہوئے باہر آئی۔ ساتھ اس کی ماں بھی تھی۔

"لیجئے آپ خوش قسمت ہیں......" نسرین اسپرین کا پتا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"ارے یہ تو آپ پورا پتا لے آئیں۔"

"رکھ لیجئے۔ آپ کی بیگم خاصی نازک معلوم ہوتی ہیں۔ شاید پھر ضرورت پڑ جائے۔"

"آداب، آنٹی۔" غزالی نے حسن آرا سے کہا۔

"میں آپ کا نیا پڑوسی ہوں۔ غزالی میرا نام ہے۔"

"جیتے رہو بیٹا۔ اپنی بیوی کو میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ ملنے کے لیے آئے۔"

"شکریہ آنٹی ...... آپ بھی کبھی تشریف لائیں اور ہاں کل آپ اپنی جمعدارنی کو ہمارے ہاں بھیج دیں۔ اچھا میں چلتا ہوں۔" اس نے نسرین کی طرف دیکھتے ہوئے اندر سانس کھینچا۔

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیں۔"

نسرین کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ غزالی کی نظروں میں اس کے لیے پیغام چھپا ہوا تھا۔

اگلے روز شام کے وقت صوفیہ علی اپنے دو بچوں کے ہمراہ نسرین کے گھر گئی۔

"میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔" وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میرا نام صوفیہ غزالی ہے۔ کل میرے شوہر آپ سے اسپرین لے گئے تھے۔"

"شکریے کی کیا ضرورت ہے باجی۔" نسرین نے کہا۔ "وہ تو ہمارا فرض تھا۔"

اسے اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ کالی کوئل اکیلی آئی تھی۔ اپنے شوہر کو ساتھ نہیں لائی تھی۔ حسن آرا نے کہا۔

"اپنے میاں کو بھی ساتھ لے آنا تھا۔"

"آنٹی ان کی تو بات ہی نہ کریں۔ بہت لیزی ہیں۔ کل میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔ مگر وہ دکان پر جانے کے لیے تیار نہیں تھے۔ کہنے لگے، میں خود بہت تھکا ہوا ہوں، میں نے کہا اچھا بابا

فکر

انسان کی دوڑ "لا" شے سے شروع ہوتی ہے اور "لا" شے پر ختم ہوتی ہے۔ لیکن فکر کے باعث وہ ماضی، حال اور مستقبل میں پھنسا ہوا ہے۔

☆ جو کچھ نہیں جانتا، کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔

☆ جو کچھ بھی نہیں کر سکتا، کچھ نہیں سمجھ سکتا۔

☆ جو کچھ نہیں سمجھ سکتا، بے کار ہے۔

☆ جو سمجھ سکتا ہے، محبت کر سکتا ہے، نوٹس لے سکتا ہے، دیکھ سکتا ہے۔

☆ میں سوچتا ہوں، اس لیے میں ہوں۔ (ڈیسکاوٹ)

پڑوسیوں سے ہی لے آؤ۔'' اس نے اپنے بچوں کی طرف دیکھا۔

''ارے...... تم دونوں چپ کھڑے ہو۔ آنٹی کو سلام کرو۔''

دونوں بچوں نے باری باری سلام کیا۔ حسن آرا نے دونوں کو پیار کیا۔ صوفیہ علی نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''یہ کرن ہے، ماشاء اللہ بڑی ہوشیار ہے۔ کلاس میں اول آتی ہے اور یہ کامران ہے۔ ابھی گھر پر ہی پڑھتا ہے بلکہ شرارتیں کرتا ہے۔''

''نسرین بیٹی، جاؤ چائے وغیرہ بنا لاؤ۔'' نسرین کے جانے کے بعد حسن آرا نے پوچھا۔

''تمہارے میاں کیا کرتے ہیں؟''

صوفیہ نے بچوں کو برآمدے میں بھیج دیا اور آہستہ سے بولی۔

''جس کو گھر بیٹھے مل جائے' اس کو کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔''

''ہائیں! یہ تم کیا کہہ رہی ہو!'' حسن آرا دلچسپی لیتے ہوئے بولی۔ ''تمہارے میاں کچھ نہیں کرتے؟'' صوفیہ نے نفی میں سر ہلایا اور بولی۔

''کچھ نہیں سارا دن گھر میں پڑے رہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کبھی کسی اخبار یا رسالے کے دفتر کا چکر لگا لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بیوی کی ملازمت' مرد کی شان کے خلاف ہے۔''

''بیوی کی ملازمت! میں سمجھی نہیں۔''

''میرا اپنا کاروبار ہے۔ دراصل یہ میرے دوسرے شوہر ہیں۔ میرے پہلے شوہر کا دو سال قبل انتقال ہو گیا تھا۔ یہ دونوں بچے انہی کے ہیں۔ یہ ہمارا مشترکہ کاروبار تھا۔ شوہر کی وفات کے بعد سارا کاروبار مجھ ہی کو سنبھالنا پڑا۔ میں نے اسی خیال سے شادی کی تھی کہ یہ کاروبار میں میرا ہاتھ بٹائیں گے لیکن یہ بے چارے احساسِ کمتری کا شکار ہیں۔ اخباروں اور رسالوں میں کہانیاں وغیرہ لکھتے ہیں۔''

''ہائے...... ہائے...... میں تو تمہارے میاں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ کیسا صحت مند اور سرخ و سفید جوان ہے۔ ایسا نکما آدمی ہے...... بھلا کہانیوں کے کتنے پیسے مل جاتے ہوں گے۔ کہانیاں لکھنے والے تو سنا ہے، دھکے ہی کھاتے پھرتے ہیں۔''

''آنٹی بس صحت ہی صحت ہے۔ جو آدمی سارا دن گھر پر پڑا رہے گا، اور ہر وقت ٹھونستا رہے گا، اس کی صحت تو خود ہی بنے گی۔ کہانیاں بھی اگر ڈھنگ سے لکھیں تو اس میں بھی آج کل کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے لیکن یہ چار مہینے میں ایک کہانی لکھتے ہیں۔ وہ بھی کسی کے پلے نہیں پڑتی۔ کہتے ہیں، میں آفاقی ادب تخلیق کرتا ہوں۔ جبھی سروں کے اوپر سے گزر جاتی ہیں، ان کی باتیں، لکھے موسیٰ پڑھے خود آپ......''

''تو کیا دفتر تم نے سنبھال رکھا ہے؟''

''جی ہاں، مجبوری ہے۔ صبح آٹھ ساڑھے آٹھ بجے گھر سے نکلتی ہوں اور شام کو واپس آتی ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد نسرین چائے بنا کر لے آئی۔ حسن آرا نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

''نسرین بیٹی کچھ سنا تم نے، یہ بے چاری صوفیہ تو بہت دکھی ہے اس کے میاں تو تنکا بھی نہیں توڑتے۔ سارا کاروبار اس نے خود سنبھالا ہوا ہے۔ صبح آٹھ بجے گھر سے نکلتی ہے اور شام کو واپس آتی ہے۔ میاں اس کا سارا دن گھر میں پڑا رہتا ہے۔''

اسی لمحے صوفیہ نے بنگلے کے گیٹ میں کسی موٹر سائیکل کے داخل ہونے اور رکنے کی آواز سنی۔ لمحے بھر کے بعد ایک چوبیس پچیس سالہ نوجوان سیٹی بجاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اس

نے سفید قمیض اور نیلی پتلون پہن رکھی تھی۔ بال خاصے بڑے تھے اور پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔

''یہ میرا بیٹا ہے۔'' حسن آرا نے کہا۔

''السلامُ علیکم جی......'' نوجوان نے جھک کر سلام کیا۔

''مجھے کاشف کہتے ہیں۔''

''کاشف......'' نسرین نے غصے سے کہا۔ ''ہر ایک سے فری ہونے کی کوشش نہیں کیا کرو۔''

کاشف نے فضول سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی بہن کی طرف دیکھا اور اندر چلا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد صوفیہ رخصت ہوئی اور جانے سے پہلے ماں بیٹی کو گھر آنے کی دعوت بھی دے گئی۔

☆...... ☆...... ☆

دونوں بچے غزالی سے بہت جلد مانوس ہو گئے تھے لیکن جہاں تک صوفیہ علی کا تعلق تھا، گھر کے اندر وہ بالکل ایک مختلف عورت بن جاتی تھی۔ غزالی نے دفتر میں اس کے اندر جو تیزی اور بے نیازی دیکھی تھی، گھر میں اس کا شائبہ تک نظر نہیں آیا تھا۔ گھر میں وہ ضرورت کے بغیر ایک لفظ بھی نہیں بولتی تھی۔ شام کے وقت وہ دفتر سے آ کر اپنے اور غزالی کے لیے چائے بناتی اور پھر اخبار یا کتاب لے کر الگ تھلگ بیٹھ جاتی۔ غزالی نے محسوس کیا کہ اندر سے وہ بہت دکھی عورت تھی لیکن چونکہ وہ پبلک ریلشنز آفیسر تھی۔ اس لیے دفتر میں اپنے اوپر خوش اخلاقی کا خول چڑھا لیتی تھی۔ کھانا دونوں ایک ہی میز پر کھاتے تھے۔ مگر آپس میں زیادہ بات چیت نہیں کرتے تھے۔ زیادہ تر گفتگو بچوں کے ساتھ ہی ہوتی تھی۔

ساتویں روز رات کے کھانے پر غزالی نے کہا۔

''نسرین یا اس کی ماں ملنے نہیں آئی۔''

''بہت ہوشیار اور محتاط عورتیں ہیں۔'' صوفیہ نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ ''غالباً ہمارے معمولات کا جائزہ لے رہی ہیں۔ وہ یہ تسلی کر لینا چاہتی ہیں کہ ہم حقیقت میں وہی ہیں جو ظاہر کر رہے ہیں یا کوئی اور بات ہے۔''

''اتنے دنوں کے اندر تو ان کی تسلی ہو جانا چاہیے تھی۔''

صوفیہ کچھ نہیں بولی۔ کچھ دیر تک دونوں خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ کرن نے خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔

''امی، انکل غزالی اب ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے؟''

''نہیں بیٹا! انکل مہمان ہیں، کچھ دنوں کے بعد اپنے گھر چلے جائیں گے اور ہم ہی اپنے گھر چلے جائیں گے۔''

''اور یہ گھر چھوڑ دیں گے؟''

''ہاں، یہ گھر چھوڑ دیں گے، یہاں ہم صرف چھٹیاں گزارنے آئے ہیں۔''

''مجھے تو یہ گھر بہت پسند ہے۔'' ننھے کامران نے کہا۔

''یہاں سامان بھی بہت اچھا ہے۔ انکل آپ کو بھی یہ گھر اچھا لگتا ہے؟''

''لگتا تو ہے لیکن ہم زیادہ دنوں تک یہاں رہ نہیں سکتے۔ کیوں کہ اچھی چیز کو زیادہ استعمال کریں تو وہ خراب ہو جاتی ہے۔''

''امی، ہم انکل غزالی کو بھی ساتھ لے چلیں گے۔ انکل بہت اچھے ہیں...... امی اچھے ہیں نا؟''

صوفیہ کچھ نہیں بولی۔ غزالی نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر کچھ تلخی سی ابھر آئی تھی۔ اچانک غزالی کو اپنی وہ بات یاد آ گئی جو اس نے منہ دھونے کے متعلق کہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ بہت گہرا طنز تھا اور صوفیہ نے اس کا بہت

اڑ لیا تھا۔ اب وہ اسی طرح کی تھی اس کے چہرے پر دیکھ رہا تھا۔

جب دونوں بچے کھانے کی میز سے اٹھ کر ٹی وی کے سامنے جا بیٹھے تو غزالی نے ہولے سے کہا۔

''آج ساتواں دن ہے اور آج ہمیں پروگرام کے مطابق لڑائی بھی کرنی ہے۔''

''مجھے یاد ہے۔'' صوفیہ نے کہا۔ ''ہمیں بچوں کے سونے تک انتظار کرنا پڑے گا۔''

غزالی نے سوچا، اگر بچوں نے ان کے لڑنے کی آوازیں سن لیں تو بہت برا ہوگا۔ منصوبہ بناتے وقت انہوں نے بچوں کے بارے میں بالکل نہیں سوچا تھا۔ انہیں خیال تک نہیں آیا تھا۔

''ہماری آواز سن کر بچے جاگ بھی سکتے ہیں۔'' غزالی نے کہا۔

''ہمیں بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔''

''کیا ضرورت ہے احتیاط کرنے کی؟ آپ بچوں کے بارے میں جذباتی نہ ہوں بچے میرا مسئلہ ہیں۔''

غزالی بجھی ہوئی آواز میں بولا۔

''مس صوفیہ، میں بچوں سے لاتعلقی نہیں برت سکتا۔ میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ بچے اپنے اچھے انکل کے بارے میں خراب تاثر لے کر یہاں سے جائیں۔''

''غزالی صاحب، آپ یہاں ڈیوٹی دینے آئے ہیں۔ اچھے یا برے انکل کا پارٹ ادا کرنے نہیں آئے۔''

وہ کھانا ادھورا چھوڑ کر برتن سمیٹنے لگی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد جب وہ بچوں کو سلا کر واپس آئی تو اس نے دیکھا کہ غزالی جوں کا توں میز پر بیٹھا تھا۔ کھانے کے برتن ویسے ہی اس کے سامنے رکھے تھے اور وہ خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔

''کیا یہ برتن اٹھالوں؟'' صوفیہ نے پوچھا۔

''ہوں...... کیا؟'' غزالی اپنے خیالوں سے چونکا۔

''برتن! سوری! میں اٹھا دیتا ہوں برتن۔''

صوفیہ نے خاموشی سے ٹرے میں برتن رکھے اور انہیں باورچی خانے میں لے جا کر دھونے لگی۔ غزالی نے اس بات پر بڑی ندامت محسوس کی۔ برتن دھونا ان کی ذمے داری نہیں تھی۔ یوں بھی وہ گریڈ میں اس سے سینئر تھی۔

''مس صوفیہ لایئے میں برتن دھو دیتا ہوں۔'' اس نے باورچی خانے میں جا کر کہا۔

''یہ ہمارا مشترکہ کام ہے۔''

''کوئی بات نہیں، آپ پریشان نہ ہوں۔ میں یہ کام کر سکتی ہوں۔'' اس کا لہجہ تلخ تھا۔

غزالی دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور چند لمحوں تک صوفیہ کو کام کرتے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

''مس صوفیہ میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔''

''بڑی خوشی سے کریں، لیکن میں مس نہیں ہوں مسز ہوں...... مسز علی۔''

''مسز علی، اس روز دفتر میں جو بات چیت ہوئی تھی، میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل وہ ساری بات مذاق کے رنگ میں تھی۔ اگر آپ کو کوئی بات بری لگی ہو تو میں معذرت چاہتا ہوں۔''

''مسٹر غزالی میں سمجھی نہیں...... آپ مجھے کون سی بات یاد دلانا چاہ رہے ہیں۔''

غزالی تامل کرتے ہوئے بولا۔

''جب میں نے یہ کہا تھا کہ...... میں منہ دھو کر آتا ہوں تو میرا مقصد آپ کی دل آزاری نہیں تھا، لیکن بعد میں مجھے احساس ہوا کہ وہ بات مناسب نہ تھی۔''

''ہونہہ...... میں نے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کی تھی، غزالی صاحب......'' صوفیہ علی کی آواز ایک دم اونچی ہو گئی تھی۔

''لیکن میں ایک بات آپ کو ضرور بتانا چاہوں گی، آپ اپنی شکل و صورت کے بارے میں بہت بری غلط فہمی کا شکار ہیں۔ حالانکہ اس شکل و صورت کو بنانے میں آپ کی محنت شامل نہیں تھی۔ انسان کو فخر اس بات پر کرنا چاہیے جس میں اس کی محنت شامل ہو۔ ہونہہ میں ایسی شکلوں پر تھوکتی بھی نہیں۔'' غزالی یہ سن کر ششدر رہ گیا تھا۔

''دیکھیے آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ آ...... آپ کو کس نے بتایا ہے کہ میں اپنی شکل و صورت پر فخر کرتا ہوں۔''

''زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔'' صوفیہ آپ سے تم پر آ گئی۔ ''میں تم جیسے مردوں کی ذہنیت خوب سمجھتی ہو۔ اس روز تم نے نہ صرف اپنی خوبصورتی کا بگل بجایا تھا، بلکہ مجھے بدصورت ہونے کا طعنہ بھی دیا تھا۔ تم یہ بتانا چاہتے تھے کہ سفر کی گرد کے باعث ڈی جی تمہارا اصل چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ ورنہ وہ کبھی ایک بدصورت بیوہ کو تمہارے پلے باندھنے کی بات نہ کرتا۔''

غزلی ہونقوں کی طرح صوفیہ کو گھورنے لگا۔

''یہ...... یہ آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ میں تو خود بھی معذرت......''

''ڈونٹ ویسٹ یور اپالوجیز......'' صوفیہ نے چیخ کر کہا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی چینی کی پلیٹ دیوار پر دے ماری۔ ایک روز کا چھناکا ہوا اور پلیٹ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

''تم بہت ہینڈسم ہو۔ تمہارے لیے تو کوہ قاف سے، بلکہ جنت سے رشتہ آنا چاہیے۔ اس دنیا کی کوئی عورت تمہیں کیوں پسند آنے لگی۔''

غزالی نے چپ ہو جانا ہی مناسب سمجھا۔ صوفیہ کافی دیر تک بولتی رہی۔ پھر خود ہی چپ ہو گئی۔ اس نے برتن دھوئے، ٹوٹی ہوئی پلیٹ کے ٹکڑے اٹھا کر کچرے کے ڈبے میں ڈالے اور ہاتھ دھونے کے بعد دروازے کی طرف بڑھی۔ غزالی دروازے میں کھڑا اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔

صوفیہ دروازے سے ترچھی ہو کر باہر نکلی اور لمحہ بھر کے لیے رکتی ہوئی بولی۔

''غزالی صاحب، یہ ہماری ڈیوٹی کا حصہ تھا۔ اگر آپ کو کوئی بات بری لگی ہو تو معافی چاہتی ہوں۔''

بات ختم کرنے کے بعد وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ غزالی بری طرح چونک گیا۔ وہ یہ بات بھول ہی گیا تھا کہ انہوں نے پڑوسیوں کو سنانے کے لیے جھگڑا کرنا تھا۔

''مسز علی...... پلیز......'' اس نے مڑتے ہوئے کہا۔ مگر صوفیہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو چکی تھی۔

غزالی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا باہر نکلا اور صوفیہ کی خواب گاہ کے دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ کمرے کے اندر سے صوفیہ کی سسکیوں کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا اور واپس ہو لیا۔ اس کا ذہن الجھ کر رہ گیا تھا۔ کیا صوفیہ نے ڈیوٹی ادا کی تھی یا اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی؟ اس کی سسکیاں بتا رہی تھیں کہ وہ اپنی باتوں پر نادم بھی تھی۔

اگلی صبح صوفیہ کے جانے کے بعد اطلاعی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ غزالی اس وقت باورچی خانے میں مصروف تھا۔ کرن اور کامران ڈرائنگ روم میں اپنے کھلونے پھیلائے بیٹھے تھے۔ غزالی صافی سے ہاتھ پونچھتا ہوا باہر گیا اور دروازہ کھولا۔ خلاف توقع باہر حسن آرا اور اس کی بیٹی نسرین کھڑی تھیں۔ نسرین نے جامنی رنگ کی قیمتی ساڑھی پہن رکھی تھی اور خاصی پرکشش لگ رہی تھی۔ رسمی کلمات کے تبادلے کے بعد غزالی دونوں کو ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

''تشریف رکھیں۔'' اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔ ''معاف کیجئے، میرا حلیہ کچھ اچھا نہیں ہے۔ میں باورچی خانے میں معروف تھا۔ ارے بچو، تم نے آنٹی کو سلام نہیں کیا۔''

دونوں نے اٹھ کر نسرین اور اس کی ماں کو سلام کیا۔ حسن آرا نے بے رخی سے بچوں کے سلام کا جواب دیا اور نسرین کی طرف دیکھ کر ہولے سے بولی۔

''بالکل ماں پر گئے ہیں۔''

''بچو، تم دوسرے کمرے میں جا کر کھیلو۔'' غزالی ان کے کھلونے اٹھاتا ہوا بولا۔

''میں بھی تمہاری مدد کرتا ہوں۔ کچھ کھلونے تم اٹھالو، شاباش...... بہت اچھے بچے ہیں۔ میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔''

بچوں کو دوسرے کمرے میں چھوڑ کر وہ واپس آیا اور نہایت سادگی سے قالین پر بیٹھ گیا۔ اس کے خوبصورت بال کشادہ پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے، شیو بڑھی ہوئی تھی اور قمیض کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ اس حلیے میں وہ فلمی ہیرو لگ رہا تھا۔

''جی آنٹی، بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے ہمارے غریب خانے کو رونق بخشی۔'' اس نے کہا۔

''بالکل کمفرٹیبل ہو کر بیٹھیں، اسے اپنا گھر اور مجھے اپنا خادم سمجھیں۔ یہ بتائیں کہ آپ کیا پینا پسند کریں گی؟''

''ارے غزالی صاحب، آپ بھی اوپر بیٹھیں نا۔'' نسرین نے کہا۔ ''اس طرح اچھا نہیں لگتا۔''

''آپ کہتی ہیں تو اوپر بیٹھ جاتا ہوں۔'' غزالی نے اپنی بہترین مسکراہٹ سے نسرین کی طرف دیکھا۔

''ورنہ میں تو عادی ہو چکا ہوں نیچے بیٹھنے کا۔'' وہ اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کیوں؟'' نسرین نے اپنی خوب صورت بھنویں سکیڑیں۔ ''کیا آپ کو اوپر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے؟''

''کیا کریں گی پوچھ کر۔'' غزالی نے اداسی کی اداکاری کی۔

''یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔ ایک دفعہ میں باتھ روم سے کپڑے دھوتا ہوا آیا اور گیلے کپڑوں کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔ بس پھر کیا تھا، بیگم نے دیکھ لیا اور میری شامت آگئی۔ اس دن کے بعد میں کام کے دوران کبھی صوفے پر نہیں بیٹھا۔''

''سن رہی ہیں آپ امی!'' نسرین نے کہا۔ ''اس دن تو آپ کو بیگم صاحبہ پر بڑی ہمدردی آرہی تھی۔''

''مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ ایسی عورت ہے۔'' حسن آرا نے کہا۔ ''اس دن کیسی پٹر پٹر باتیں کر رہی تھی۔ شوہر کی یہ عزت کرتی ہے اللہ بخشے اس کے ابا کو، میں نے ان کے سامنے کبھی اونچی آواز بھی نہیں نکالی تھی۔''

نسرین ہمدردانہ نظروں سے غزالی کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

''آپ ہمارے آنے سے پہلے کام ہی کر رہے تھے نا؟''

''آپ نے صحیح اندازہ لگایا ہے۔ میں باورچی خانے میں کام کر رہا تھا۔''

''اللہ میری توبہ کیسی چھوٹی عورت ہے۔'' حسن آرا نے کہا۔ ''اس دن کہتی تھی، میرے میاں تو تنکا نہیں توڑتے۔ اے بیٹا، تم نے تو سارا سنبھال رکھا ہے۔ اس کے بچوں کو بھی تم سنبھالتے ہوگے۔''

''ظاہر ہے، اور کون سنبھالے گا۔'' نسرین نے غزالی سے ہمدردی جتائی۔ ''ان کے سوا یہاں ہے کون، بیگم صاحبہ تو کار میں بیٹھ کر نو دو گیارہ ہو جاتی ہیں۔ غزالی صاحب، آپ ملازمہ کیوں نہیں رکھ لیتے؟''

''یہ بھی ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔ صوفیہ کو نہ تو بوڑھی عورتیں پسند کرتی ہیں اور نہ جوان عورتیں۔''

''کوئی خاص وجہ؟'' نسرین نے پوچھا۔

غزالی نے کن انکھیوں سے حسن آرا کی طرف دیکھا، پھر بولا۔

''صوفیہ کا کہنا ہے کہ بوڑھی عورتیں کھانستی بہت ہیں اور...... جوان عورتیں پھانستی بہت ہیں۔ وہ کسی بھی ملازمہ کو ایک آدھ مہینے سے زیادہ نہیں ٹکنے دیتی۔'' نسرین نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر بولی۔

''خاصی دلچسپ ہیں آپ کی بیوی۔ ان کو کیا ضرورت ہے ملازمہ رکھنے کی۔ مفت کا ملازم جو ملا ہوا ہے۔ آپ کوئی خانساماں کیوں نہیں رکھ لیتے۔؟''

''خانساماں رکھنے کی اجازت نہیں ہے، بہت بدتمیز ہوتے ہیں آگے سے بولتے بھی ہیں۔ ویسے اگر کوئی ادھیڑ عمر ملازمہ مل جائے تو چل جائے گی۔ آپ بھی خیال رکھیں۔ ملازمہ نہ ہونے کی وجہ سے میرا سارا کام ٹھپ پڑا ہے۔''

حسن آرا نے کہا۔ ''کل رات تمہاری بیوی بہت چیخ رہی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس نے دو چار برتن بھی توڑے تھے۔ کیا ہوئی تھی؟''

''صوفیہ اپنی شکل وصورت کے بارے میں بہت حساس ہے۔ ذرا سی بات برداشت نہیں کر سکتی۔ فکر نہ کریں۔ آپ لوگ تھوڑے عرصے میں اس شور کے عادی ہو جائیں گے۔ اوہ...... باتوں میں خیال ہی نہیں رہا۔'' وہ چونکتا ہوا بولا۔

''بیٹھیں، میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتا ہوں۔''

''ارے بیٹا بیٹھو، کہاں چائے کی تکلیف کرو گے۔ چائے کی ضرورت ہوگی تو ہم خود بنالیں گے۔''

''یہ ٹھیک ہے۔'' نسرین نے کہا۔ ''امی آپ چائے بنالائیں، غزالی صاحب، امی کو باورچی خانہ دکھادیں۔''

حسن آرا نے اس بات سے اتفاق کیا اور غزالی اسے باورچی خانے میں چھوڑ کر واپس آگیا۔ اب اسے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نسرین سے اظہار محبت کرنا تھا۔ اس معاملے میں اس کا تجربہ نہ ہونے کے برابر تھا، لیکن ڈیوٹی بہرحال نباہنا تھی۔

''آپ نے یہ بہت اچھا کیا کہ صوفیہ کی عدم موجودگی میں یہاں آگئیں۔'' غزالی نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

''اگر آپ اس کی موجودگی میں یہاں آئیں تو مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت نہ ملتی۔''

نسرین نے شوخی سے پوچھا۔ ''قالین پر بھی نہیں؟''

''قالین پر بھی نہیں۔'' غزالی نے کہا۔ پھر جھجکتا ہوا بولا۔

''نسرین ایک بات کہوں، برا تو نہیں مناؤ گی۔؟''

نسرین نے آنکھیں گھما کر اندرونی دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر بولی۔

''یہ بات تو آپ کو تجربے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔'' غزالی جو آپ سے تم پر آگیا تھا بولا۔

''نسرین، یو آر اے موسٹ بیوٹی فل گرل۔''

نسرین نوعمر لڑکیوں کی طرح کھی کھی کرتی ہوئی بولی۔

''کچھ پلے نہیں پڑا...... ترجمہ بھی خود

کردیں۔"
"ہم...... میرا مطلب ہے کہ تم انتہائی حسین لڑکی ہو...... بہت اچھی لگتی ہو۔"
"بنائیں مت۔" نسرین نے ایک ادا سے کہا۔ "میں اتنی بھی حسین نہیں ہوں۔"
"میری آنکھوں سے خود کو دیکھو۔" غزالی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"اری نسرین بیٹی......" باورچی خانے سے حسن آرا نے آواز لگائی۔
"غزالی سے پوچھنا کہ پتی کہاں رکھی ہے۔"
غزالی نے جلدی سے نسرین کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اٹھ کر باورچی خانے کی طرف چلا گیا۔ محبت کا سین ادھورا رہ گیا۔ لمحہ بھر کے بعد وہ واپس آیا اور بولا۔
"سوری ، بات ادھوری رہ گئی۔ تمہاری امی چائے بنا کر لانے ہی والی ہیں۔ ان کے سامنے بات نہیں ہوسکے گی۔ دوبارہ کب ملاقات ہوگی؟"
"کیا ضروری ہے دوبارہ ملنا۔" نسرین نے کہا۔ "آپ تو ویسے بھی ، بیوی بچوں والے ہیں۔"
"یہی تو سب سے بڑا المیہ ہے۔ دنیا کی نظروں میں میں واقعی بیوی بچوں والا ہوں ، لیکن کسی کو کیا معلوم کہ میں تنہائی کے کس عذاب سے گزر رہا ہوں۔ میں نے تو اس عورت کو بیوہ سمجھ کر سہارا دیا تھا مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ میں ایک ناگن کو گلے لگا رہا ہوں۔"
"آپ اس کو طلاق کیوں نہیں دے دیتے۔؟"
"طلاق تو میں آج دے دوں ، مگر طلاق کی صورت میں پندرہ بیس لاکھ کا خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔"
"کیا مطلب؟" نسرین نے پوچھا۔ "کیا آپ حق مہر کی بات کر رہے ہیں۔"
"نہیں حق مہر صرف ایک لاکھ ہے۔ میں صوفیہ کی جائیداد کی بات کر رہا ہوں۔ کاروبار اور دیگر جائیداد ملا کر اس کا کل اثاثہ چالیس لاکھ کے قریب ہے۔ اگر یہ انتقال کر جائے تو نصف جائیداد مجھے ملے گی۔" نسرین نے قہقہہ لگایا پھر بولی۔
"یعنی آپ اس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں؟"
"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔"
"یہ بڑی سخت جان عورت ہے۔ آپ سے پہلے مشکل ہی مرے گی۔ اگر مر بھی گئی تو آپ کی ٹانگیں قبر میں لٹکا کر مرے گی۔ اس وقت دولت آپ کے کس کام آئے گی؟"
غزالی نے پرخیال لہجے میں کہا۔
"تم طبعی موت کی بات کر رہی ہو، میں کچھ اور سوچ رہا ہوں، کراچی میں کم از کم تین چار آدمی روزانہ ٹریفک کے حادثے میں ہلاک ہوتے ہیں۔"
نسرین نے آنکھیں گھما کر چھت کی طرف دیکھا اور ہولے ہولے سر ہلانے لگی۔ اتنے میں حسن آرا چائے بنا کر لے آئی اور یہ بات یہیں ختم ہوگئی۔

☆......☆......☆

میٹنگ میں حسب سابق کل چار افراد تھے۔ ڈائریکٹر جنرل، چیف سیکورٹی آفیسر، غزالی اور صوفیہ علی۔
شوکت حسین نے حسب معمول اپنی گھڑی کو رومال سے رگڑتے ہوئے مزاح کے رنگ میں پوچھا۔
"ازدواجی زندگی کیسی گزر رہی ہے؟"
"آپ کی توقعات کے عین مطابق بہت خراب۔" صوفیہ علی نے چہک کر کہا۔
"بدصورت بیوی کا خوبصورت شوہر رنگین
راج پڑوسن کے عشق میں گرفتار ہو چکا ہے۔ خفیہ
ا قاتیں جاری ہیں۔ بیوی سے ہر دوسرے دن
گڑا ہوتا ہے۔ برتن بھی ٹوٹتے ہیں اور دل بھی
ر خوبصورت پڑوسن ان شعلوں کو خوب ہوا دیتی
ہے اور ایک چلتے بستے گھر کو اجاڑنے پر تلی ہوئی
ہے۔" اس نے خود ہی قہقہہ لگایا اور غزالی کی
رف دیکھتی ہوئی بولی۔
"غزالی صاحب! میں نے کوئی غلط
پورٹ تو نہیں دی؟"
غزالی چونکہ صوفیہ کی حساس طبیعت سے
قف ہو چکا تھا، اس لیے اس نے محتاط لہجے میں
ہا۔
"تقریبا...... تقریبا صحیح رپورٹ ہے،
سولی تبدیلی کرنا چاہوں گا، شوہر پڑوسن کے
ق میں گرفتار نہیں ہوا، پڑوسن شوہر پر ڈورے
لنے میں کامیاب ہوئی ہے۔"
"ونڈر فل......" شوکت حسین نے کہا۔"
سی رومان پرور صورت حال ہے۔ نسرین کے
ہر کا ذکر ہوا یا نہیں۔"
"بہت مختصر ذکر ہوا ہے۔" غزالی نے کہا۔
"نسرین نے صرف اتنا بتایا ہے کہ اس کے
ہر کو جھوٹے مقدمے میں ملوث کیا گیا ہے اور
رفتاری کے ڈر سے روپوش ہوسکتا تھا۔ مجھے
ید ہے کہ ایک دو ملاقاتوں کے بعد وہ خود ہی
یل بتائے گی۔ اب آپ ایکسیڈنٹ والے
پر عمل درآمد کرسکتے ہیں۔ میں نے اس کے
ن میں ایک ایسی بات ڈال دی ہے جس کی
سے وہ مجھ پر پہلے سے زیادہ اعتماد کرنے لگی
۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ میں اپنی بیوی کی
یداد پر قابض ہونے کے لیے اس کی موت کا
ار کر رہا ہوں اور اس نے میری اس بات
یہ نتیجہ نکالا کہ میں اپنی بیوی کی حادثاتی موت
نتظار کر رہا ہوں۔"
"ویری گڈ، آپ مرنے کے لیے تیار ہیں
میڈم؟" ڈی جی نے صوفیہ کو گھورا۔
"جب لوگ تنگ آجائیں تو مرنا ہی پڑتا ہے۔" صوفیہ نے کہا۔ "سر تسلیم خم ہے۔"
"خوب!" حمایت بیگ نے کہا۔ "آپ نے مزاج یار تک بات نہیں پہنچائی۔"
"حادثے کے لیے جمعرات کا دن مناسب رہے گا۔" ڈی جی شوکت حسین نے کہا۔
"ہم تمام اخباروں میں ایک چھوٹی سی خبر لگوادیں گے۔ نام صوفیہ علی کے بجائے صوفیہ غزالی دیں گے تاکہ صوفیہ کے عزیزوں اور دوستوں کو کوئی دھچکا نہ پہنچے۔ اس کے علاوہ ہم آپ کے تین پڑوسیوں کو اس حادثے کے بارے میں فون کریں گے۔ جن میں نسرین جاوید بھی شامل ہوگی' پڑوسیوں سے یہی کہا جائے گا کہ وہ آپ کو حادثے کی اطلاع پہنچادیں، کیونکہ آپ کے گھر میں فون نہیں ہے، لیکن مقصد یہ ہوگا کہ محلے میں حادثے کی خبر مشہور ہو جائے۔ آپ اسی روز رات کے وقت ہوٹل میں شفٹ ہو جائیں گے اور دس روز تک وہیں رہیں گے لیکن محلے میں یہ مشہور کر جائیں گے کہ آپ اپنی بیوی کی لاش اس کے آبائی گاؤں لے جا رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بچے بھی آپ کے ساتھ ہی جائیں گے۔ اگلے روز ایکسیڈنٹ شدہ گاڑی آپ کے بنگلے پر پہنچادی جائے گی۔ دس روز کے بعد آپ دوبارہ بنگلے میں رہنا شروع کردیں گے۔"
"دولت مند بیوی کے خوش قسمت وارث کی حیثیت سے۔" صوفیہ نے ہنس کر کہا۔ غزالی نے ہنسے بغیر کہا۔
"یا محبت کرنے والی بیوی کے سوگوار شوہر کی حیثیت سے۔" شوکت حسین نے باری باری دونوں کو گھورا بولا۔
"میرا خیال ہے کہ تم دونوں نے ایک دوسرے کے بارے میں کچھ محسوس کرنا شروع

کر دیا ہے۔ آئی ہوپ ایوری تھنگ آز آل رائٹ۔'' پھر اس نے اپنی جیبی گھڑی میں وقت دیکھا اور اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔

غزالی کن انکھیوں سے صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہمیں لڑنے کے لیے موضوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔''

تھوڑی دیر کے بعد شوکت حسین نے میٹنگ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ میٹنگ ایک ہوٹل کے پرائیویٹ کمرے میں ہوئی تھی۔ جو خاص اسی مقصد کے لیے کرائے پر لیا گیا تھا۔

جمعرات کی شام ٹھیک ساڑھے سات بجے نسرین جاوید کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو دوسری طرف سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

''دیکھیے میں سول اسپتال کے شعبہ حادثات سے ڈاکٹر ماجد بول رہا ہوں۔ آپ کے پڑوس میں ایک صاحب غزالی نامی رہتے ہیں۔ انہیں یہ پیغام پہنچا دیں کہ ان کی بیوی صوفیہ غزالی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ وہ اس وقت کوما کی حالت میں ہیں۔ ڈاکٹر انہیں بچانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ غزالی صاحب سے کہیں کہ وہ فوراً اسپتال پہنچ جائیں۔''

''اوہ، میرے خدا......'' نسرین نے کہا اور فون بند کر کے اندر کی طرف دوڑی۔ ''امی...... امی، غزالی کی بیوی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ابھی ابھی سول اسپتال سے فون آیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ صوفیہ کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے، آپ جلدی سے جا کر انہیں پیغام دے دیں۔''

دونوں آگے پیچھے گیٹ کی طرف بڑھیں۔ اسی لمحے گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھلا اور غزالی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس نے کامران کو گود میں اٹھا رکھا تھا اور کرن کی انگلی پکڑی ہوئی تھی۔

دونوں بچے رو رہے تھے اور امی کے پاس جانے کی ضد کر رہے تھے۔

''آنٹی، تھوڑی دیر کے لیے بچوں کو اپنے پاس رکھ لیں۔'' غزالی نے سرگوشی میں کہا۔ ''میں سول اسپتال جا رہا ہوں۔ جعفر صاحب کے فون پر اطلاع ملی ہے کہ...... وہاں ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔''

''ابھی ابھی ہمارے ہاں بھی سول اسپتال سے فون آیا ہے۔'' نسرین کامران کو غزالی گود میں لیتے ہوئے بولی۔

''آپ بچوں کی فکر نہ کریں اور جو صورت ہو ہمیں فون کر دیں۔'' بچے مسلسل رو رہے تھے۔ وہ بھی سمجھ رہے تھے کہ ان کی ا سچ مچ ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔

غزالی حسن آرا کو بچوں کا خیال رکھنے تاکید کرتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا۔ حسن بچوں کو اندر لے گئی اور انہیں بہلانے کی ک کرنے لگی۔

غزالی اگلے روز صبح کے دس بجے وا آیا۔ اس کے بال پریشان اور آنکھوں کے حلقے پڑے ہوئے تھے اور یہ میک اپ کا تھا۔

''میں بچوں کو لینے آیا ہوں۔'' اس تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''تمہاری بیوی کا کیا حال ہے؟'' آرا نے پوچھا۔

''اس کا رات ہی کو انتقال ہو گیا تھا۔ کے ماموں باہر گاڑی میں بیٹھے ہیں۔ انہو لاش ملتان لے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ م ساتھ جا رہا ہوں۔ میرے گھر کا خیال رکھیے

نسرین اندر سے پریشان بچوں کو لے آئی۔ دونوں غزالی کی ٹانگوں سے لپٹ گئے۔

''انکل آپ بہت خراب ہیں۔''

نے کہا۔ ''آپ ہمیں اکیلے کیوں چھوڑ گئے تھے۔ امی کہاں ہیں۔''

غزالی نے آنسو ضبط کرنے کی اداکاری کی، بچوں کو گود میں اٹھایا اور گیٹ سے باہر نکل گیا۔

☆......☆......☆

ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے ڈی جی نے غزالی کو ملتان بھیج دیا۔ جہاں اس نے دس دن ایک ہوٹل میں گزارے۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے لباس پر سفر کی گرد اور چہرے پر تھکن بالکل اصلی تھی۔

پڑوسیوں کو اس کی واپسی کی اسی وقت خبر ہو گئی۔ آس پاس کے چند پڑوسی تعزیت کرنے اس کے پاس آئے۔ اس کے بعد وہ تنہا رہ گیا۔

دوپہر کے وقت نسرین اس کے لیے کھانا لے آئی۔ ٹرے میز پر رکھنے کے بعد اس نے کمرے میں نظر دوڑائی اور ہولے سے بولی۔

''غزالی صاحب مبارک ہو۔''

''کک......کیا مطلب......؟'' غزالی یوں اچھلا جیسے اس کے پیروں میں سانپ گھس آیا ہو۔ ''کس بات کی مبارک باد؟''

''گاڑی تو بالکل چکنا چور ہو گئی ہے۔'' نسرین نے کہا۔ ''اب تو کوئی کباڑی ہی اسے خریدے گا۔''

''جب گاڑی والی ہی نہ رہی تو گاڑی پر کیا افسوس کرنا۔ ویسے گاڑی انشورڈ ہے۔''

''غزالی صاحب، مجھے تو اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ یہ سب کچھ آپ نے اتنی آسانی سے کیسے کر لیا؟''

''نسرین یہ بات باہر نہ جائے۔'' غزالی نے فکرمندی سے کہا۔

''میرے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا۔''

''غزالی صاحب، آپ فکر نہ کریں میں پیٹ کی اتنی ہلکی نہیں ہوں۔''

غزالی نے دل میں کہا۔ اگر تم پیٹ کی ہلکی ہوتیں تو محکمے کو اتنا بڑا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر اونچی آواز میں بولا۔

''ابھی معاملہ خطرے سے باہر نہیں ہے۔ صوفیہ کے رشتے داروں نے میرے خلاف پولیس میں درخواست دی ہے کہ حادثے میں میرا ہاتھ ہے، میرے خلاف مقدمہ درج کیا جائے۔ پولیس نے ابھی مقدمہ درج تو نہیں کیا، مگر ابتدائی تفتیش کر رہی ہے۔ وہ تو اللہ کا شکر ہوا کہ صوفیہ کے رشتے داروں نے لاش کا پوسٹ مارٹم نہیں کرنے دیا۔ ورنہ بڑی گڑبڑ ہو جاتی۔''

نسرین دلچسپی لیتی ہوئی بولی۔

''کیا ہوا تھا؟ کیا آپ نے گاڑی کے بریکوں میں گڑبڑ کر دی تھی؟'' غزالی نے نفی میں سر ہلایا۔

''اگر بریکوں میں گڑبڑ کی ہوتی تو اسی وقت پتا چل جاتا۔'' وہ چند لمحوں تک قالین گھورتا رہا۔ پھر پرخیال لہجے میں بولا۔

''گاڑی کے بجائے اگر گاڑی چلانے والے کے بریکوں میں گڑبڑ کر دی جائے تو جب ہی مطلوبہ نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ تمہیں پتا ہے ایکسیڈنٹ کیسے ہوا تھا؟ صوفیہ نے سامنے سے آنے والے ٹرک کو ٹکر ماری تھی اور میرا خیال ہے کہ ٹرک ڈرائیور بھی نشے میں تھا۔ وہ سمجھا کہ ایکسیڈنٹ اس کی غلطی سے ہوا ہے یا شاید اسے اس بات کا ڈر تھا کہ لوگ اس کے ٹرک کو آگ نہ لگا دیں۔ لہٰذا وہ فوراً موقع سے فرار ہو گیا اور کسی نے اس کا نمبر بھی نوٹ نہیں کیا۔''

''اور حقیقت میں آپ کی بیوی نشے میں تھی۔'' نسرین نے کہا۔

''آپ جائیداد اور کاروبار کا انتظام کب سنبھال رہے ہیں؟''

''کل سے دفتر جانا شروع کر دوں گا۔ صوفیہ کا ماموں دو چار روز کے اندر یہاں پہنچ رہا

ہے۔ اس کے خاندان میں بھی ایک سمجھدار آدمی ہے، لیکن اتنا سمجھدار بھی نہیں ہے۔ اسے مٹھی میں کرنا مشکل نہ ہوگا۔ دراصل یہ سب غریب لوگ ہیں۔ صوفیہ نے ایک بوڑھے سیٹھ سے شادی کرلی تھی اور اس کی صورت پر اتنی بڑی جائیداد کی مالک بن گئی تھی۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ ہنگامہ ختم ہوجائے تو......'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

چند لمحوں تک دونوں میں سے کوئی نہیں بولا۔ نسرین بھی اچانک سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ ایک طویل توقف کے بعد غزالی نے نسرین کا ہاتھ تھام لیا اور بولا۔

''نسرین، اگر تم سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو شاید یہ سلسلہ کچھ اور طویل ہوجاتا۔ تم کب تک اپنے شوہر کے انتظار میں جلتی رہوگی۔؟''

نسرین نے دھیرے دھیرے نظریں اٹھا کر غزالی کی طرف دیکھا، بولی۔

''تم میرے شوہر کے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

''صرف اتنا ہی جانتا ہوں، جتنا تم نے بتایا تھا۔'' غزالی نے سادگی سے کہا۔ ''غالباً تم نے بتایا تھا کہ اس پر قتل کا کوئی جھوٹا مقدمہ بنایا گیا ہے اور وہ پولیس سے چھپتا پھر رہا ہے۔''

''میں نے قاتل کا نام تو نہیں لیا تھا۔''

غزالی انجان بنتا ہوئے بولا۔

''تو پھر میرے سننے میں غلطی ہوئی ہوگی۔''

''میرا شوہر ایک سرکاری فیکٹری میں اکاؤنٹنٹ تھا۔ اس پر غبن کا مقدمہ چل رہا ہے۔''

غزالی نے محتاط لہجے میں پوچھا۔

''جھوٹا یا سچا؟''

نسرین اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

''کہتے ہیں کہ وہ جنرل منیجر کے ساتھ مل کر غبن کر رہا تھا۔ جب پولیس نے یہاں چھاپا مارا تو وہ اتفاق سے گھر میں ہی موجود تھا۔ پولیس نے چاروں طرف سے مکان کو گھیرے میں لے لیا اور ہر چیز الٹ پلٹ کرنا شروع کردی، لیکن جاوید ان کے قابو میں نہیں آیا۔''

''کیا وہ کسی خفیہ تہہ خانے میں چھپ گیا تھا؟''

''ان دنوں یہ بنگلہ خالی پڑا تھا اور بنگلے کے مالک نے چابی ہمیں دے رکھی تھی۔ ہمیں پولیس کی کارروائی کی پہلے ہی خبر مل چکی تھی۔ جیسے ہی پولیس کی گاڑی ہمارے گیٹ کے سامنے رکی، جاوید درمیانی دیوار پھاند کر اس بنگلے میں آگیا اور اوپر ٹنکی میں جا کر چھپ گیا۔ پولیس پورے ایک ہفتے تک ہمارے گھر کی نگرانی کرتی رہی اور اس سارے عرصے میں جاوید اس بنگلے میں چھپا رہا۔''

''مجھے کچھ کچھ یاد آرہا ہے کہ میں نے بھی یہ خبر پڑھی تھی۔''

''آپ نے ضرور یہ خبر پڑھی ہوگی۔ اخباروں میں خاصی نمایاں خبریں شائع ہوئی تھیں۔''

''اخبار میں تو غالباً کروڑوں روپے کے غبن کا ذکر تھا۔''

''کسی نے ایک کروڑ روپے لکھا تھا اور کسی نے ڈیڑھ کروڑ روپے، لیکن یہ سچ نہیں تھا۔ پولیس نے تو یہاں تک کہا تھا کہ روپوشی کے وقت جاوید کے پاس پچاس لاکھ روپے تھے۔ گرفتار شدہ جنرل منیجر نے بھی یہی بیان دیا تھا لیکن جاوید نے ہمیں اس رقم کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ یا تو یہ جھوٹ تھا اور یا......''

وہ چپ ہوگئی۔ شاید وہ اپنی دانست میں کچھ زیادہ باتیں کرگئی تھی...... غزالی نے پوچھا۔

''پھر کیا ہوا؟ کیا جاوید ملک سے باہر چلا گیا؟'' وہ تامل کرتے ہوئے بولی۔

''ہوسکتا ہے کہ باہر ہی چلا گیا ہو، میرا خیال ہے کہ باہر ہی چلا گیا ہوگا۔''

''ظاہر ہے کہ اتنی بڑی رقم کے ساتھ وہ کسی بھی ملک میں سیٹل ہوسکتا ہے۔'' غزالی نے کہا۔ ''اگر وہ چاہتا تو تمہیں بھی باہر بلا سکتا تھا۔ مگر میں شرط لگا سکتا ہوں کہ اس نے کسی میم کے ساتھ شادی کرلی ہوگی۔''

غزالی نے چند لمحوں تک نسرین کے تبصرے کا انتظار کیا۔ مگر وہ کچھ نہیں بولی۔

''خیر چھوڑو اس بات کو۔'' غزالی نے کہا۔ ''مجھے تو صرف تمہاری ضرورت ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ بنگلہ خرید لوں پھر تمہیں کہیں دور نہیں جانا پڑے گا۔''

''غزالی صاحب، آپ ایک بات بھول رہے ہیں، میں شادی شدہ عورت ہوں۔''

''یہ ایک بے معنی سی شادی ہے۔ جاوید اب زندگی بھر پاکستان نہیں آسکتا اور اگر اسے تمہاری ضرورت ہوتی تو وہ اب تک تمہیں باہر بلا لیتا۔ یا کم از کم تمہارے ساتھ کوئی رابطہ ہی رکھتا۔'' نسرین جھجکی اور بولی۔

''آپ کو کیا پتا کہ صورتحال کیا ہے۔''

غزالی نے سانس روک لیا۔ شاید وہ جاوید خان کے بارے میں کوئی انکشاف کرنے لگی ہے لیکن وہ بات بدلتے ہوئے بولی۔

''صورتِ حال کچھ بھی ہو، میں طلاق لیے بغیر دوسری شادی کیسے کرسکتی ہوں؟''

''طلاق کے لیے قانونی کارروائی کی جاسکتی ہے۔''

''مرد کی عدم موجودگی میں؟''

''ہاں، ایسا ہوسکتا ہے۔ اگر مرد روپوش ہوجائے اور بیوی سے کوئی تعلق نہ رکھے تو عورت عدالت میں خلع کی درخواست دے سکتی ہے۔ عدالت کی طرف سے شوہر کے آخری پتے پر سمن بھیجا جائے گا اور سمن کی عدم تعمیل کی صورت میں اخبار میں اشتہار دیا جائے گا۔ اگر شوہر عدالت میں حاضر نہیں ہوگا تو عورت کے حق میں یکطرفہ فیصلہ ہوجائے گا۔''

اسی لمحے اطلاعی گھنٹی بجی۔ غزالی نے باہر جا کر دیکھا تو وہ حسن آرا تھی۔ غزالی اسے اندر لے آیا۔ حسن آرا نے رسمی الفاظ میں صوفیہ کی ''موت'' پر اظہار تعزیت کیا۔ پھر نسرین سے بولی۔

''تم نے اتنی دیر لگادی۔ انتظار کے بعد مجھے آنا پڑا۔'' نسرین کھانے کی ٹرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

''غزالی صاحب نے ابھی تک کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بیوی کی موت کا بہت صدمہ ہوا ہے۔''

''آنٹی انسان کیسا بھی ہو، مرنے کے بعد ضرور یاد آتا ہے۔ صوفیہ اور بچوں کے بغیر گھر سونا سونا لگتا ہے۔''

''یہ تو تم سچ کہتے ہو۔'' حسن آرا نے کہا۔ ''میاں بیوی کی لڑائی میں بھی ایک مزہ ہوتا ہے۔ دیکھو بیٹے میری بات کا برا نہیں منانا۔ تم ماشاءاللہ جوان ہو اور تمہارے پاس کسی چیز کی کمی بھی نہیں ہے۔ اس لیے جتنی جلدی ہوسکے اپنا گھر آباد کرلو اور پہلے جیسی غلطی مت کرنا۔ اگر بیوی اچھی ہو تو انسان کی زندگی جنت بن جاتی ہے۔''

''آنٹی، اب آپ ہی کو کچھ کرنا ہے۔ میں نے تو آپ ہی کو اپنا بڑا سمجھ لیا ہے۔''

''اے بیٹا، تم نے اپنے ماں باپ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔''

''ماں باپ فوت ہوچکے ہیں۔'' غزالی نے جھوٹ بولا۔

''دو بہنیں ہیں، دونوں ملک سے باہر بیاہی ہوئی ہیں اور کچھ رشتے دار ہیں۔ مگر میری ان سے نہیں بنتی۔''

کچھ دیر کے بعد حسن آرا اٹھتے ہوئے بولی۔
''اب یہ ٹرے نہیں آئے گی۔ تم خود آؤ گے۔ تم تینوں وقت کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گے۔ اس معاملے میں میں بالکل کوئی بات نہیں سنوں گی۔ سمجھے تم۔''
دونوں کے جانے کے بعد غزالی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوگئی۔
شوکت حسین نے غزالی کی رپورٹ سننے کے بعد اطمینان کا اظہار کیا۔
''تم بالکل صحیح خطوط پر کوشش کر رہے ہو۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ جاوید خان پاکستان سے باہر نہیں گیا اور کوئی عجب نہیں کہ وہ کراچی میں ہی ہو۔ ایسی صورت میں اس کا اپنی بیوی سے ضرور رابطہ ہوگا۔''
''میرا دل نہیں مانتا۔'' غزالی نے کہا۔
''آپ کی ہدایت کے مطابق میں تقریباً چوبیس گھنٹے نسرین کے بنگلے پر نظر رکھتا ہوں، آدھی رات کے وقت بھی اگر ان کی اطلاعی گھنٹی بجتی ہے یا کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ ٹیلیفون پر رابطہ ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ بقول آپ کے فون ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نسرین میرے بارے میں کافی سنجیدہ ہو چکی ہے اور عموماً میرے ساتھ شاپنگ کرنے جاتی ہے۔ اگر جاوید خان کراچی میں ہوتا تو وہ میرے ساتھ مراسم بڑھانے میں احتیاط سے کام لیتی۔''
''ممکن ہے کہ وہ تمہیں کور کے طور پر استعمال کر رہی ہو اور یہ بات اس نے جاوید کو بھی بتا دی ہو۔ جس طرح ہم اسے دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں، عین ممکن ہے کہ اسی طرح وہ پولیس کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہی ہو۔ بہر حال تمہاری پروگریس بہت اچھی جا رہی ہے۔ امید ہے چند روز میں نسرین مزید کھل جائے گی۔''
غزالی جیب سے ایک کاغذ نکالتے ہوئے بولا۔
''سر، شاپنگ سے یاد آیا، یہ گزشتہ مہینے کا بل ہے۔''
شوکت حسین بل کی رقم پر نظر ڈالتے ہوئے بولا۔
''گیارہ ہزار روپے...... اتنا زیادہ!''
''اس میں دس ہزار کا ہوٹل کا بل اور ٹی اے، ڈی اے بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ دو ہزار روپے تحائف اور تفریحات کے ہیں۔ نسرین کے لیے بارہ سو روپے کی ایک ساڑھی اور کچھ کاسمیٹکس کا سامان خریدا تھا۔ تقریباً پانچ سو روپے متفرق خرچ ہوئے تھے۔''
''تحائف اور تفریحات کے معاملے میں احتیاط کی ضرورت ہے، ہزار بارہ سو سے زیادہ خرچ نہیں ہونا چاہیے۔''
''دراصل جب میں اسے شاپنگ پر لے جاتا ہوں تو اس کی زبان اور میرا بٹوا کھلتا ہے۔'' غزالی نے کہا۔
''وہ جو چیز پسند کرتی ہے، میں اس کی ادائیگی کر دیتا ہوں اور سچ پوچھیں تو اس نے ابھی تک مجھ پر مکمل اعتماد کرنا نہیں شروع کیا۔ وہ میری بہت سی باتوں کو شبہے کی نظر سے دیکھتی ہے۔ مثلاً اس نے دو تین مرتبہ میرا دفتر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے مگر میں یہ کہہ کر ٹال دیتا ہوں کہ صوفیہ کے ماموں دفتر میں بیٹھے ہیں۔ فی الحال میرا محتاط رہنا بہت ضروری ہے۔''
ڈی جی نے بل پر دستخط کر کے اسے غزالی کی طرف بڑھایا۔ پھر کہا۔
''جاتے وقت ہیڈ کلرک سے چیک لیتے جانا۔ اب اس معاملے کو جلدی نمٹانے کی کوشش کرنا۔ جاوید خان کے پاس جو کیش تھا اس کے بارے میں نسرین کیا کہتی ہے؟''
''اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ

جاوید خان نے اسے رقم کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ ماں بیٹی بہت محتاط انداز میں خرچ کرتی ہیں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ان کے ماہوار اخراجات پندرہ، سولہ ہزار روپے سے زیادہ نہیں ہیں۔ نسرین کے بھائی کاشف کی تنخواہ بارہ ہزار کے قریب ہے، وہ اپنی ماں کو سات، آٹھ ہزار سے زیادہ رقم نہیں دیتا۔ نسرین کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے ماموں کے کاروبار میں کچھ پیسہ لگا رکھا ہے جس میں سے انہیں دس، بارہ ہزار روپے مہینہ مل جاتے ہیں۔ بنگلہ ان کا اپنا ہے۔ اس لیے بخوبی گزارہ ہو رہا ہے۔"

"اس ماموں کے بارے میں کچھ چھان بین کرنا پڑے گی۔" شوکت حسین نے کہا۔ "ممکن ہے یہ رقم دراصل جاوید دیتا ہو۔ تم جاوید خان کے بارے میں بات چیت تھوڑی اور آگے بڑھاؤ۔ اس کے دل میں یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کرو کہ جاوید پچاس لاکھ روپے دبائے بیٹھا ہے اور انہیں کچھ نہیں دیتا۔ بلکہ ایک کام اور کرو۔ نسرین سے کہنا کہ تم جاوید علی کے واقعے کو کہانی کی صورت میں لکھنا چاہتے ہو اور یہ کہ تمہیں اس کی اجازت چاہیے۔ اس کے بعد ہم تمہیں اس غبن کے سلسلے میں چھپنے والی خبروں کے تراشے مہیا کر دیں گے۔ بلکہ کچھ جعلی خبریں شائع کروا کے ان کے تراشے بھی تمہیں دے دیں گے، اس طرح تمہیں جاوید خان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ گفتگو کرنے کا موقع مل جائے گا۔ لڑکی بہت ذہین ہے۔ اس لیے بات کرتے وقت بہت احتیاط سے کام لینا۔ اگر تم جاوید خان کو گرفتار کروانے میں کامیاب ہو گئے تو متعلقہ فیکٹری کی طرف سے تمہیں بہت بھاری انعام ملے گا اور ترقی بھی ہو گی۔"

☆......☆......☆

جب سے غزالی نے نسرین کے گھر میں کھانا شروع کیا تھا، اس روز سے وہ ان کے گھر کے فرد کی طرح ہو گیا تھا۔ کاشف نے شروع میں کچھ منہ بنایا تھا لیکن غزالی نے فوراً ہی سگریٹوں سے اس کا منہ بند کر دیا۔ پہلی دفعہ وہ اس کے لیے مارون گولڈ کا پورا کاٹن لے گیا تھا۔ کاشف نے رسمی تکلف کرنے کی کوشش کی تو اس نے کہا کہ وہ ایجنسی ہولڈر ہے۔ اسے فری سگریٹ مل جاتے ہیں۔ ہفتے کی شام اس نے نسرین سے کہا۔

"میں تمہارے شوہر کے حالات پر مبنی ایک کہانی لکھنا چاہتا ہوں۔" اس وقت دونوں لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

"میری بلا سے۔" نسرین نے کہا۔ "جو چاہے لکھو، لیکن ہم میں سے کسی کا اصل نام نہیں آنا چاہیے۔"

"یہ تو کہانی کا پہلا اصول ہے، نام اور مقامات تبدیل کر دیے جاتے ہیں تاکہ کسی کی بدنامی یا دل آزاری نہ ہو۔ کل میں اخبار کے دفتر بھی گیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اس ضمن میں مجھے خبروں کے تراشے مہیا کر دیں گے۔"

"خبروں کے کچھ تراشے تو میرے پاس بھی پڑے ہیں۔" نسرین نے کہا۔ "اب مجھے بھی اس شخص سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

"میں کئی روز سے آنٹی سے بات کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اگر تمہاری طرف سے اجازت ہو تو......" نسرین نے بولے سے کہا۔

"امی کو سب کچھ معلوم ہے میں امی سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔"

"ان کا کہنا ہے کہ اب میں چھوٹی بچی نہیں ہوں۔ میں اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکتی ہوں۔ آپ کے بارے میں ان کی رائے بہت اچھی ہے۔ اصل مسئلہ طلاق کا ہے۔ اس سلسلے میں میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پائی۔"

غزالی نے چالاکی سے کہا۔

"میں ایک بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں، جاوید جہاں بھی ہے وہ تمہارے بارے میں مخلص نہیں ہے۔ کل ایڈیٹر سے اس رقم کے بارے میں بھی بات ہوئی تھی جو روپوشی کے وقت مبینہ طور پر جاوید خان کے پاس تھی۔ وہاں اخبار کا کرائم رپورٹر بھی تھا۔ اس واردات کی رپورٹنگ کے وقت وہ بھی متعلقہ لوگوں سے ملا تھا، جن میں جاوید خان کے ساتھ کام کرنے والے اس کے بعض قریبی ساتھی بھی تھے۔ بقول اس کے یہ بات یقینی ہے کہ جاوید خان کے پاس کم از کم پچاس لاکھ روپے موجود تھے۔"

"اس شیطان نے مجھے کچھ بھی نہیں دیا۔" نسرین کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"چھوڑیں، بیتی ہوئی باتوں پر آنسو بہانے کا کیا فائدہ۔" وہ اچانک جذباتی ہو گئی اور اپنی آنکھوں میں بھر آنے والے آنسوؤں کو دوپٹے سے پونچھتی ہوئی بولی۔

"غزالی صاحب میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اپنے دکھوں کی کہانی کسی کو نہیں سناؤں گی، مگر آپ کی ہمدردی اور محبت نے مجھے اپنا احوال کہنے پر مجبور کر دیا ہے، لیکن میں آپ کو خدا اور رسول کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ ان باتوں کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ جاوید خان جیسا بھی تھا میرا شوہر تھا۔"

غزالی اس بات پر چونکا۔ نسرین نے جاوید خان کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کیا تھا۔ اس کے دل میں سوال پیدا ہوا، کیا جاوید خان زندہ نہیں؟ تاہم اس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ نسرین بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

"یہ بات سب کو معلوم ہو چکی ہے کہ جاوید ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کر رہا تھا۔ آج میں پہلی بار آپ کے سامنے اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ یہ بات سچ ہے، جاوید اپنے جنرل منیجر کے ساتھ مل کر دونوں ہاتھوں سے فیکٹری کو لوٹ رہا تھا۔ پولیس نے مجھ پر بہت دباؤ ڈالا تھا، لیکن میں نے ان کے سامنے اس بات کا اقرار نہیں کیا تھا۔ عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ بیویاں شوہروں کو ناجائز کمائی پر اکساتی ہیں، لیکن یہ بات ہمیشہ سچ نہیں ہوتی۔ کم از کم میں نے کبھی جاوید کو ایسی بات نہیں کہی تھی۔ ہمارا اس کی جائز آمدن سے اچھا خاصا گزارہ ہو رہا تھا۔ کبھی تنگی بھی محسوس ہوتی تھی۔ مگر اس تنگی میں بھی ایک مزہ تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب جاوید نے ناجائز ذرائع سے کمانا شروع کیا تو ہمارے گھر کا سارا سکون درہم برہم ہو گیا۔ جاوید نے بری عورتوں سے میل جول رکھنا اور شراب پینا شروع کر دیا۔ پھر اس نے جوا بھی کھیلنا شروع کر دیا۔ اس کی ناجائز کمائی کی وجہ سے سب سے زیادہ سکھ مجھے اٹھانا پڑا اور آج تک اٹھا رہی ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں نہ تو جاوید خان کی ضرورت ہے اور نہ ہی اسکا انتظار ہے۔"

"غزالی صاحب، مجھے ایک محبت کرنے والے اور مخلص شوہر کی ضرورت ہے۔ کیا آپ اس معیار پر پورا اتر سکیں گے؟"

غزالی یہ سوال سن کر گھبرایا۔ نسرین، جو بظاہر ایک رنگین مزاج اور ماڈرن لڑکی نظر آتی تھی، دراصل صاف دل اور مشرقی لڑکی تھی۔ اسے ایک مضبوط سہارے کی ضرورت تھی۔ غزالی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔ آج تک وہ اس لڑکی کو ڈیوٹی کے طور پر دھوکا دے رہا تھا لیکن اب بات جذباتی مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔

"غزالی صاحب، آپ چپ کیوں ہو گئے؟" نسرین نے کہا۔

"کیا میں نے کوئی غلط سوال کر ڈالا ہے؟" غزالی نے چالاکی سے کہا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اتنی لمبی رفاقت کے باوجود میں تمہیں اپنے خلوص کا یقین نہیں

تمہاری تسلی کا باعث بن سکیں گے؟"

"غزالی صاحب، شادی سے پہلے اس کا رویہ محتاط اور مصلحت آمیز ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر انحصار نہیں کیا جاسکتا۔ میں زبانی یقین دہانی چاہتی ہوں۔"

"میں ہر قسم کی یقین دہانی کرانے کے لیے تیار ہوں، لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ جاوید خان تمہاری تنسیخ نکاح کی درخواست کو چیلنج کردے۔"

"وہ اس......" نسرین کچھ کہتے کہتے رک گئی اور بات بدلتے ہوئے بولی۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔ اسے میری کوئی پروا نہیں ہے وہ عدالت کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔"

☆......☆......☆

غزالی نے شوکت حسین کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھ میں ایک ڈائری رکھنا شروع کردی جس میں غبن کیس سے متعلق اخباری تراشوں کی دو تین کاپیاں ضرور ہوتی تھیں۔ وہ روزانہ یہ تراشے نسرین کو دکھاتا اور ان کے بارے میں گفتگو کرتا۔ نسرین نے ابھی تک جاوید علی سے رابطے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اس کے ٹھکانے کی بابت کوئی بات کی تھی۔

بالآخر شوکت حسین نے غزالی کو ایک ایسا تراشا دیا جو اس نے اپنے طور پر چھپوایا تھا۔ دیکھنے میں وہ اخبار کا تراشا ہی معلوم ہوتا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد غزالی نے نسرین کو مذکورہ تراشے کی فوٹو کاپی دکھائی اور کہا۔

"یہ ایک دلچسپ خبر میری نظر سے گزری ہے۔ ایڈیٹر کا کہنا ہے کہ یہ خبر بہت معتبر ہے۔ ان کا رپورٹر اس جوہری سے بھی مل چکا ہے جس سے جاوید خان نے ہیرے خریدے تھے، لیکن پہلے تم خبر پڑھ لو۔"

نسرین نے تراشا لیا اور خبر پڑھنے لگی۔ غزالی نے دیکھا کہ جیسے جیسے وہ خبر پڑھتی جارہی تھی، اس کی محویت اور دلچسپی بڑھتی جارہی تھی۔

خبر کا متن یہ تھا۔

"مشہور غبن کیس کے مفرور ملزم نے پچاس لاکھ کے ہیرے خرید لیے۔ ہمارے نامہ نگار کو معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ ایک کروڑ روپے غبن کیس کے مفرور ملزم جاوید علی نے اپنی روپوشی سے چند روز پہلے کراچی کے ایک جوہری سے پچاس لاکھ روپے کے ہیرے خریدے تھے۔ بیرونی مارکیٹ میں ان ہیروں کی قیمت پچاس لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اس بات کا انکشاف اس جوہری نے کیا ہے کہ جسے پولیس نے پوچھ گچھ کے لیے حراست میں لیا تھا۔ باخبر ذرائع سے پتا چلا ہے کہ ملزم نے یہ ہیرے پتلون کی بیلٹ میں سلوا لیے تھے اور غیر قانونی طریقے سے ملک سے باہر جانے کی کوشش میں تھا۔ تاہم پولیس کا خیال ہے کہ وہ ابھی تک اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا۔"

نسرین نے دو تین مرتبہ یہ خبر پڑی۔ اس کے چہرے پر عجیب اثرات نمودار ہوگئے تھے۔

"اس سے پہلے یہ خبر میری نظر سے نہیں گزری۔" اس نے کہا۔

"یہ کب چھپی تھی؟"

غزالی تراشے کی پشت پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

"یہ تقریباً ساڑھے پانچ ماہ پرانی خبر ہے لیکن یہ ایک چھوٹے اخبار میں چھپی تھی۔ اس خبر کو پڑھ کر تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ جاوید ملک سے باہر جاچکا ہے۔"

لیکن نسرین کہیں اور تھی۔ خبر پڑھنے کے بعد اس پر عجیب سی محویت طاری ہوگئی تھی۔

"نسرین کیا سوچ رہی ہو؟" غزلی نے پوچھا۔

"آں۔ کیا؟" نسرین چونک کر بولی۔

"کک...... کچھ نہیں...... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں آرام کروں گی۔"

وہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اچانک اٹھ کر چلی گئی تھی۔

اگلے روز غزالی نے ڈی جی کو نسرین کے ردعمل کے بارے میں بتایا اور کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ جاوید خان ابھی تک کراچی میں ہی ہے اور نسرین سے اس کا رابطہ قائم ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ جاوید خان بہت محتاط آدمی ہے۔" شوکت حسین نے کہا۔

"وہ اس لیے اپنی بیوی کو خرچہ نہیں دیتا ہوگا کہ پولیس کو ان کی شاہ خرچی دیکھ کر شک نہ ہوجائے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن نسرین اس کی اس حرکت کی وجہ سے بہت بددل ہے۔ وہ اسے برا بھلا کہتی ہے اور اس سے طلاق لینے کے لئے بالکل تیار ہے۔"

"لیکن اس کا اتا پتا بتانے پر تیار نہیں ہے۔ یہ اس کی چال بھی ہوسکتی ہے۔ ممکن ہے، اس طریقے سے وہ جاوید خان کو بلیک میل کرکے اس سے کچھ رقم ہتھیانا چاہتی ہو اور تمہیں فقط مہرے کے طور پر استعمال کررہی ہو۔"

"ایسا معلوم تو نہیں ہوتا۔" غزالی نے کہا۔ "کل اس کی باتیں خاصی جذباتی رنگ اختیار کرگئی تھیں۔"

"جذباتی سے یاد آیا کہ تمہاری سرکاری بیوی نے تمہارے نام ایک خط بھیجا ہے۔" ڈی جی نے کہا اور اپنی محبوب جیبی گھڑی نکال لی۔

"سرکاری بیوی!"

شوکت حسین نے اپنی ٹرے سے ایک خط اٹھا کر غزالی کی طرف بڑھایا۔

"یہ صوفیہ علی کا خط ہے۔"

"کیا یہ پرائیوٹ خط ہے؟" غزالی سفید لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"پرائیوٹ ہی لگتا ہے۔" ڈی جی نے کہا۔ پھر مسکرا کر اضافہ کیا۔

"مرنے کے بعد تمہیں نہیں بھولی۔ جیب میں رکھ لو۔ اس قسم کے خط دروازہ بند کرکے پڑھے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی خط کی عبارت چہرے پر رقم ہوجایا کرتی ہے۔"

غزالی نے خط جیب میں رکھ لیا اور اٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے۔"

اگرچہ صوفیہ علی سے اسے کوئی جذباتی لگاؤ نہیں تھا، لیکن نجانے کیوں وہ کچھ عجیب سا محسوس کررہا تھا۔ بنگلے میں پہنچ کر اس نے پنکھا چلایا، ٹائی کی گرہ ڈھیلی کی اور صوفے پر بیٹھ گیا اور عجلت میں خط کھول، لکھا تھا۔

"غزالی صاحب،"

آداب!

میرا خط پاکر آپ یقیناً تعجب کررہے ہوں گے۔ ایک بات دل میں اٹکی ہوئی تھی۔ سوچا، اگر اظہار نہ کیا تو یہ پھانس زندگی بھر چبھتی رہے گی۔ میں نے ڈرامائی لڑائی کے دوران جن خیالات کا اظہار کیا تھا وہ محض ادائے فرض نہیں تھا بلکہ میرے دل کی بھڑاس تھی۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ نے ڈی جی کے دفتر میں جو بات کہی تھی۔ اس بات کے کہنے پر آپ کو مجبور کیا گیا تھا۔ مجھے اس پر اتنا برہم نہیں ہونا چاہیے تھا۔ آپ کو قدرت نے خوبصورت بنایا ہے، آپ کا دل بھی خوبصورت ہے، آپ ایک اچھے انسان ہیں، مجھے یاد ہے، آپ نے میری تلخ گوئی کے سامنے خاموشی اختیار کی تھی۔ یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے...... امید ہے کہ آپ ایک بدصورت اور احساس کمتری کا شکار عورت کی زیادتی کو معاف کردیں گے۔ کامران اور

کرن اپنے اچھے انکل کو بہت یاد کرتے ہیں۔

فقط صوفیہ علی ......"

خط پڑھنے کے بعد غزالی دیر تک سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس کے ایک چھوٹے سے جملے نے ایک عورت کی زندگی میں ہلچل مچادی تھی۔ اس رات وہ اچھی طرح کھانا بھی نہ کھاسکا، اور جب وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو نیند اس کی آنکھوں سے بہت دور تھی۔ وہ بستر پر کروٹیں بدلتا رہا اور سونے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ رات کے تقریباً دو بجے اس پر ہلکی سی غنودگی طاری ہوگئی۔

چند لمحوں کے بعد ایک مدھم سی آواز اس کے پردہ سماعت سے ٹکرائی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ آواز دوبارہ سنائی دی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آواز باغیچے کی طرف سے آرہی تھی اور تکرار سے سنائی دے رہی تھی۔ کوئی زمین کھود رہا تھا، وہ اٹھا ننگے پیر چلتا ہوا نشست گاہ میں بیٹھ گیا اور کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باغیچے کی سمت دیکھا۔ ابتدائی راتوں کا چاند غروب ہوچکا تھا اور باہر ہر سو تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

غزالی باہر کی بتی رات بھر جلائے رکھتا تھا، لیکن گزشتہ روز سے باہر کا بلب ٹوٹا ہوا تھا۔ شاید کسی بچے نے پتھر مار کر توڑ دیا تھا یا کسی کی بال لگ گئی تھی۔ غزالی کو نیا بلب لگانے کا خیال نہیں آیا تھا، لیکن اس نے تعجب سے دیکھا کہ کھمبے کا بلب بھی نہیں جل رہا تھا۔ دونوں بلبوں کا ایک ساتھ ٹوٹنا اتفاق نہیں ہوسکتا تھا اور اس تاریکی میں کوئی شخص باغیچہ کھود رہا تھا۔ غزالی نے باغیچے کے داہنے کونے میں دو سائے دیکھے۔ دونوں نہایت احتیاط کے ساتھ مٹی کھود رہے تھے۔ دھیرے دھیرے رک رک کر۔

غزالی اندر گیا اور مقفل الماری سے اپنا ریوالور نکال لایا۔ اس کی نیند پوری طرح غائب ہوچکی تھی۔ وہ عقبی دروازہ کھول کر باہر نکلا اور دیوار کے ساتھ چلتا ہوا باغیچے کے قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ اچھل کر آگے بڑھا اور دونوں سایوں پر ریوالور تانتا ہوا بولا۔

"خبردار بھاگنے کی کوشش مت کرنا۔ میرے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔"

دفعتاً دو نسوانی چیخیں رات کے سناٹے میں ابھریں۔ پھر غزالی نے نسرین کی آواز سنی۔

"یہ ...... یہ ...... میں ہوں ...... غزالی صاحب۔" اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"اور یہ مم ...... میری امی ہیں، پپ ...... پلیز ریوالور ایک طرف کرلیں۔"

"نسرین تم!" غزالی نے حیرانی سے کہا۔

"تم اس وقت ہمارا باغیچہ کیوں کھود رہی ہو؟"

دونوں عورتیں ہاتھ جھاڑتی ہوئی ساتھ ساتھ کھڑی ہوگئیں اور تاریکی میں غزالی کو گھورنے لگیں۔ وہ اپنی حرکت کا کوئی عذر، کوئی بہانہ یا کوئی جواز پیش نہیں کرسکتی تھیں۔ جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ رات کے دو بجے پراسرار انداز میں باغیچے میں کھدائی کا کوئی خاص ہی مقصد ہوسکتا تھا۔ ایک طویل توقف کے بعد نسرین نے کہا۔

"غزالی صاحب آپ کا ایک راز میرے سینے میں دفن ہے، ہمارے ایک راز کی آپ کو بھی حفاظت کرنا پڑے گی۔"

"میرا راز!" غزالی نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ تمہارا اشارہ صوفیہ کی موت کی طرف ہے۔" اب حقیقت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ "تو کیا اس جگہ پر ......"

"ہاں، اس جگہ پر میرا شوہر دفن ہے۔" نسرین نے اس کی بات پوری کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ان ہیروں کی ضرورت ہے جو اس کے بیلٹ میں سلے ہوئے ہیں۔ پلیز آپ ہمارے کام میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔"

اب حسن آرا کی گھبراہٹ بھی دور ہوچکی تھی۔ وہ چالاکی سے بولی۔

"غزالی بیٹے تم بھی ہماری مدد کرو۔ میں نے نسرین سے کہہ دیا ہے کہ وہ شادی کے بعد ہیرے فروخت کرکے ساری رقم تمہارے کاروبار میں لگادے۔ اب تم کوئی غیر نہیں ہو۔ ہمارے گھر کے ہی فرد ہو۔"

"مجھے تو یقین نہیں آرہا۔ یہ سب کچھ ہوا کیسے؟"

"غزالی صاحب، جاوید خان بہت ذلیل اور کمینہ شخص تھا۔" نسرین نے کہا۔ "دن رات عیاشی میں گم رہتا تھا۔ میری کوئی پروا نہیں کرتا تھا۔ جب غبن کے سلسلے میں پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو وہ اس بنگلے میں چھپ گیا تھا۔ ہمیں تو اخباروں میں پتا چلا کہ اس کے پاس اتنی بڑی رقم ہے۔ ہم نے اسے بہت کہا کہ وہ رقم ہمارے پاس رکھوا دے، پوری نہیں تو آدھی ہی دے دے مگر وہ ایک پیسہ بھی ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہیں تھا۔ شراب اس کو روزانہ چاہیے تھی۔ پولیس کی نگرانی کے باوجود اس کے لیے میں روزانہ شراب مہیا کرتی تھی۔ ایک رات پیسوں کے بارے میں جھگڑا ہوگیا۔ اس نے نا صرف مجھ پر بلکہ امی پر بھی ہاتھ اٹھایا۔ اس وقت وہ شراب کے نشے میں تھا۔ ہم نے بھی اس کا مقابلہ کیا۔ لک ...... کوئی چوٹ گہری پڑگئی اور اس نے وہیں دم توڑ دیا۔ اس کے سارے کپڑے بھی اس گڑھے میں دفن کردیئے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ پچاس لاکھ کے ہیرے اس کے بیلٹ میں سلے ہوئے ہیں۔ غزالی صاحب، جس طرح آپ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے اسی طرح میں بھی آپ پر اعتماد کررہی ہوں۔ یہ بات آپ تک رہنا چاہیے۔"

"یہ تو دوطرفہ بات ہے۔" حسن آرا نے دبے الفاظ میں دھمکی دی۔

"ایک قتل کا راز فاش ہوا تو دوسرے کا بھی ہوجائے گا۔ دوسری قبر بھی کھل جائے گی۔"

غزالی کئی لمحوں تک خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں زیادہ دیر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ آپ اپنا کام کریں، میں اندر جارہا ہوں۔ مجھے بہت سخت نیند آرہی ہے۔"

دونوں عورتیں کچھ نہیں بولیں۔ غزالی نے ریوالور نیچے کرلیا اور واپس چل پڑا۔

"غزالی دروازہ کھلا رکھنا۔" حسن آرا نے ہولے سے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ ہمیں اندر آنے کی ضرورت پڑجائے۔"

"میں دروازہ کھلا چھوڑ کر سوتا ہوں۔"

استقبال

ایک مرتبہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید رقہ میں فروکش تھا کہ اسی اثنا میں حضرت عبداللہ بن مبارک کے یہاں تشریف لانے کی اطلاع ملی۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی لوگ بے تحاشا دوڑ پڑے اور اس قدر کشمکش ہوئی کہ جوتیاں ٹوٹ گئیں۔ ہزاروں آدمی ان کے استقبال کے لیے شہر سے نکل پڑے تھے۔ فضا پر غبار چھا گیا تھا۔

ہارون الرشید کی ایک حرم (ام ولد) نے محل کے برج سے جو یہ تماشا دیکھا تو پوچھا۔

"معاملہ کیا ہے۔؟"

حاضرین نے کہا۔ "خراسان کے ایک عالم جن کا نام عبداللہ بن مبارک ہے رقہ آرہے ہیں۔"

بولیں: "بخدا بادشاہ تو یہ ہیں۔ بھلا ہارون کیا بادشاہ ہے جو پولیس اور سپاہیوں کے بغیر لوگوں کو جمع کرہی نہیں سکتا۔"

(تاریخ علامہ ابن خلکان جلد 1 سے اقتباس)

غزالی نے رکے بغیر کہا۔ تاہم اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ جو عورتیں ایک قتل کر سکتی تھیں وہ دوسرا بھی کر سکتی تھیں۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے اپنے بستر پر دو تکیے رکھے اور اوپر چادر ڈال دی۔ سرہانے کی جگہ پر اس نے پیتل کا گلدان رکھ دیا اور خود الماری کی اوٹ میں ریوالور کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ باہر سے ایک بار پھر زمین کھودنے کی مدھم سی آواز آنے لگی۔

دیوار کے ساتھ بیٹھے بیٹھے طویل وقت گزر گیا۔ یہاں تک کہ غزالی پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ وہ تقریباً سو ہی گیا۔ دفعتاً کمرے میں گونجنے والی ایک بھاری آواز نے اسے نیند سے بیدار کر دیا۔ وہ جلدی سے اٹھا اور ایک ہوائی فائر کر دیا اور فوراً ہی بتی روشن کر دی۔

فائر کی آواز کے ساتھ ہی دو بدحواس عورتوں کی چیخیں سنائی دیں۔ روشنی ہوتے ہی دونوں دروازے کی طرف مڑیں، لیکن غزالی نے ان کا راستہ روکتے ہوئے ایک اور ہوائی فائر کر دیا۔ دونوں خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹیں اور آپس میں لپٹ گئیں۔ غزالی نے بستر کی طرف دیکھا تو سرہانے پر ایک بھاری پتھر پڑا نظر آیا۔ وہ ایک مضبوط آدمی کا سر کچل دینے کے لیے کافی تھا۔

☆......☆......☆

دس بجے صبح بنگلے کے اندر باہر ہر جگہ پولیس کے آدمی نظر آ رہے تھے۔ لان کے ایک کونے میں چارپائی پر جاوید خان کی لاش رکھی تھی۔ ڈائریکٹر جنرل شوکت حسین اور دیگر سینئر افسروں کے ہمراہ اس بریف کیس کا معائنہ کر رہا تھا جو لاش والے گڑھے سے بمشکل ایک فٹ دور زمین میں دفن تھا اور اتفاقاً برآمد ہو گیا تھا۔ اس میں نوٹوں کی گڈیاں اور بیئرر بانڈز بھرے ہوئے تھے۔ جاوید خان نے پولیس کے خوف سے اس بریف کیس کو زمین میں دفن کر دیا تھا اور پھر اسے خود بھی اسی زمین میں دفن ہونا پڑا تھا۔ نسرین اور اس کی ماں برآمدے کے ایک کونے میں بیٹھی تھیں۔ دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور ایک سپاہی ان کے قریب کھڑا تھا۔

سینئر افسروں کے درمیان صوفیہ علی بھی کھڑی تھی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی پہنچی تھی۔ نسرین اور حسن آرا حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد لاش اٹھوا دی گئی اور سینئر افسران واپس جانا شروع ہو گئے۔ صوفیہ علی خواب گاہ میں جا کر بستر پر پڑے ہوئے پتھر کو دیکھنے لگی۔ غزالی جو ابھی تک صوفیہ سے کترا رہا تھا کمرے میں پہنچ گیا۔

''مسز علی آپ کیسی ہیں؟''

''اوہ غزالی صاحب......'' صوفیہ علی نے اپنی پیشہ ورانہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ ''ارے آپ کا سر تو بالکل ٹھیک ہے، اتنا بڑا پتھر لگنے کے باوجود!''

''مسز علی، اس پتھر نے میرے سر کو اندر سے بھی ٹھیک کر دیا ہے، کیونکہ یہ ایک خوبصورت عورت نے مارا تھا۔''

''آپ خوش قسمت ہیں۔''

غزالی نے پرخیال نظروں سے صوفیہ کو گھورا، پھر کہا۔

''بشرطیکہ آج رات کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں۔''

صوفیہ نے چونک کر غزالی کی طرف دیکھا پھر جلدی سے آنکھیں نیچی کر لیں۔ اس کے گالوں پر اچانک سرخی دوڑ گئی تھی۔